وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
اللہ
وقوفِ قلبی
مراقبہ
استغفار
درود
تلاوت
رابطۂ شیخ
معمولات
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
مؤلف
محبوب العلماء والصلحاء
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم
مکتبۃ الفقیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معمولات
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

مؤلف

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

مجددی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-2618003

فہرست

پیش لفظ

جب بھی کسی سالک کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کیا جاتا ہے تو اسے کچھ اسباق و معمولات بتائے جاتے ہیں جن پر پابندی سے عمل کرنا اس کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ بیعت کے وقت ان معمولات کا طریقہ کبھی اجمالاً کبھی تفصیلاً سالک کو بتا تو دیا جاتا ہے۔ لیکن ہر وقت ایسا موقع ملنا ضروری نہیں ہوتا کہ فرداً فرداً ہر مرید کو ان کی تفصیل سمجھائی جاسکے۔ چونکہ ان معمولات پر ایک سالک کی آئندہ روحانی زندگی کا مدار ہوتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ سالکین کی رہنمائی کیلئے اس پر باقاعدہ ایک رسالہ تحریر کر دیا جائے۔ جس میں ان معمولات کا طریقہ کار، ان کی فضیلت، ان کی اہمیت و افادیت اور ان کے مقصد کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ تاکہ سالک ان معمولات کو پورے ذوق وشوق کے ساتھ، ان کی غرض وغایت کو سمجھتے ہوئے، صحیح طریقے سے اور باقاعدگی سے کرتا رہے۔ فقیر کے خیال میں یہ کتاب ہر سالک کے پاس ہونی چاہیے۔ اور اسے صرف اصلاحی کتاب ہی نہیں بلکہ شیخ کی طرف سے پہلا ہدایت نامہ سمجھتے ہوئے پڑھنا چاہیے۔ امید ہے کہ عمل کرنے والوں کیلئے یہ کتاب ترقی مراتب کا باعث بنے گی۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

كان الله له عوضا عن كل شيء

معمولات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

بیعت کا عمل کوئی رسمی اور رواجی چیز نہیں بلکہ نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور اپنی اصلاح ہوتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے سالک کو کچھ معمولات اور وظائف بتائے جاتے ہیں، جن پر باقاعدگی سے عمل کرنے سے سالک کی زندگی میں اسلامی، ایمانی اور قرآنی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ محبت الٰہی اس طرح انگ انگ میں سما جاتی ہے کہ آنکھ کا دیکھنا، زبان کا بولنا اور پاؤں کا چلنا بدل جاتا ہے۔ سالک یوں محسوس کرتا ہے کہ میرے اوپر منافقت اور دورنگی کا غلاف چڑھا ہوا تھا جو اتر گیا ہے اور اندر سے ایک سچا اور سُچا انسان نکل آیا ہے۔ وہ معمولات درج ذیل ہیں۔

(۱) وقوف قلبی

(۲) مراقبہ

(۳) تلاوت قرآن

(۴) استغفار

(۵) درود شریف

(۶) رابطہء شیخ

جس طرح ایک بیج میں درخت بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اگر اس

بیج کو کسی مالی کے زیرِ نگرانی چند دن زرخیز زمین میں پرورش پانے کا موقع مل جائے تو وہ پھل پھول والا درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح سالک چند دن شیخ کے زیرِ سایہ ان اوراد و وظائف کو کرے تو اس کی شخصیت پر حسنِ اخلاق کے پھول کھلتے ہیں اور اس کا شجرِ امید بار آور ثابت ہوتا ہے۔

یہ معمولات انسان کی باطنی امراض کے علاج کیلئے ایک تیر بہدف (Patent) نسخہ ہیں۔ ان کا فائدہ مند ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے چینی کا میٹھا ہونا یقینی ہے۔ دنیا کے کروڑوں انسانوں نے اب تک اس نسخے کو آزمایا اور اس سے فائدہ پایا ہے۔ لیکن اگر کوئی سالک ان اوراد و وظائف کی پابندی ہی نہ کرے اور پھر شکایت کرے کہ ہمیں فائدہ نہیں ہو رہا تو اس میں شیخ کا کیا قصور ہے؟ اس کی مثال تو ایسے مریض کی سی ہے جو کسی بہت بڑے ڈاکٹر سے نسخہ تو لکھوا لے لیکن جیب میں ڈالے پھرے اور استعمال نہ کرے۔ بھلا جیب میں رکھا ہوا نسخہ کیسے فائدہ دے سکتا ہے جب تک کہ اسے استعمال نہ کیا جائے۔

ان اوراد و وظائف کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کرنے میں بہت ہی آسان ہیں لیکن باقاعدگی سے کرنے سے پوری کی پوری شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات دو اور دو چار کی طرح ٹھوس ہے۔ جسے یقین نہ ہو آزما کر دیکھ لے

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

اب ان اوراد و وظائف کا طریقہ دلائل اور فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

① وقوف قلبی

ہر گھڑی ہر آن، یہ رکھنا ہے دھیان، میرا دل کر رہا ہے اللہ اللہ

وقوف کا لفظی معنی ہوتا ہے ٹھہرنا، پس وقوف قلبی کے لفظی معنی ہوئے دل پر ٹھہرنا۔ اصطلاحاً اس سے مراد ہے اپنے دل کی مسلسل نگہبانی کرنا اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ ہر وقت قلب صنوبری کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلے پر ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا دھیان رکھے کہ میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ اس کا دل کسی لمحے بھی کسی سوچ اور فکر کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی خیال کے تانے بانے بنتا رہتا ہے۔ وقوف قلبی میں انسان اس بات کی مشق کرتا ہے کہ دل کو ہر وقت کی فضول سوچوں سے ہٹا کر اللہ کی یاد کی طرف لگایا جائے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات کا خیال انسان کی سوچ میں رچ بس جائے، بقول شخصے

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

مبتدی کیلئے یہ ذرا مشکل ہوتا ہے لیکن مسلسل کوشش کرنے سے یہ کام آسان

ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سالک ظاہری طور پر اپنی زندگی کے کام کاج کرنے میں مشغول رہتا ہے جبکہ اس کا دل اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے۔ اسے کہتے ہیں ''دست بکار دل بیار'' یعنی ہاتھ کام کاج میں مشغول اور دل اللہ کی یاد میں مشغول۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اپنے کاموں میں بھی مشغول رہے جبکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں منہمک رہے؟ اس بات کو سمجھانے کے لئے کچھ مثالیں دی جاتی ہیں۔

مثال نمبر ۱

گاڑی کے ڈرائیور کی مثال پر غور کریں۔ وہ گاڑی بھی چلا رہا ہوتا ہے اور اپنے ساتھی سے باتیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایک خودکار عمل کے ذریعے سے حرکت کر رہے ہوتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے گاڑی کے سٹیئرنگ، گیئر، کلچ، بریک کو حرکت دے رہے ہوتے ہیں۔ بظاہر وہ باتیں کر رہا ہے لیکن اندرونی طور پر اس کی سوچ گاڑی کی ڈرائیونگ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اسی لئے گاڑی بغیر کسی حادثے کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتی ہے۔

مثال نمبر ۲

دیہاتوں میں بعض اوقات عورتیں گھڑا سر پر رکھ کر دور سے پانی بھر کر لاتی ہیں۔ بعض عورتوں کو گھڑا اٹھانے کی اتنی مشق ہو جاتی ہے کہ گھڑے کو وہ ہاتھ سے پکڑے بغیر سر پر متوازن رکھ کر چلتی ہیں۔ اس دوران وہ آپس میں باتیں بھی کرتی ہیں اور اونچی نیچی جگہوں سے بھی گزرتی ہیں لیکن لاشعوری طور پر ان کی ایک توجہ اپنے گھڑے کے توازن کی طرف بھی لگی ہوتی ہے۔ جہاں کہیں تھوڑا سا

بھی توازن میں ردو بدل ہوتا ہے ان کا جسم خودکار انداز میں اس کو درست کر لیتا ہے اور گھڑا گرنے سے محفوظ رہتا ہے۔

مثال نمبر۳

فرض کریں کوئی عورت اپنے بچے کو تیار کر کے سکول بھیجتی ہے، سکول میں اس بچے کا رزلٹ آنے والا ہے۔ اب بچے کے واپس گھر آنے تک وہ عورت گھر کے کام کاج میں بھی مشغول ہوتی ہے لیکن اس کا دھیان اور اس کی یاد مسلسل اپنے بچے کی طرف لگی رہتی ہے کہ اب میرا بچہ سکول پہنچ گیا ہوگا۔ اب نتیجہ نکلا ہوگا اب وہ واپس آرہا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اب بظاہر تو وہ گھر کے کام کاج میں مشغول ہے لیکن ساتھ ساتھ اس کی سوچ بچے کی طرف بھی لگی ہوئی ہے۔

ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سالک بھی اگر توجہ اور مشق کرے تو زندگی کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اپنی لاشعوری سوچ کو ہر وقت اپنے دل کی طرف متوجہ رکھ سکتا ہے کہ میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔ جب یہ مشق پختہ ہو جاتی ہے تو پھر واقعی اسے ہر وقت دل سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دیتی ہے۔

؎ زندگی ہے امر اللہ زندگی اک راز ہے
دل کہے اللہ اللہ یہ زندگی کا ساز ہے

اگر کسی کو مشکل محسوس ہو کہ ہر وقت وقوف قلبی نہیں رکھ سکتا۔ تو وہ آہستہ آہستہ اسے بڑھائے۔ مثلاً پہلے دن وہ نیت کرے کہ آج میں ایک گھنٹہ وقوف قلبی سے رہنے کی کوشش کروں گا۔ دوسرے دن وقت کو بڑھا دے۔ تیسرے دن مزید بڑھائے۔ اس طرح کرتے کرتے ایک وقت آئے گا کہ اسے ہمہ وقت وقوف قلبی سے رہنے کی عادت پڑ جائے گی۔

وقوف قلبی سے رہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو، انسان کے دل سے غفلت نکل جائے اور ماسوی اللہ کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے۔ تاکہ آہستہ آہستہ صرف ذات الٰہی پر توجہ منحصر ہو جائے۔ وقوف قلبی کا خیال رکھنے سے سالک کی روحانی پرواز کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور اسے بہت جلد انابت الی اللہ اور رجوع الی اللہ نصیب ہو جاتا ہے۔ اس لیے بعض مشائخ نے اسے واصل باللہ ہونے کا چور دروازہ کہا ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

مؤمنین کو ذکر کثیر کا حکم ہے

قرآن پاک میں مؤمنین کو ذکر کثیر کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:۴۱)

[اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو]

ایک جگہ ارشاد فرمایا

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعه:۱۰)

[اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ]

اس آیت میں اُذْکُـرُوْا جمع کا صیغہ بھی ہے اور امر کا بھی۔ گویا مؤمنین کو ذکر کثیر کا حکم دیا جا رہا ہے۔ مزید یہ کہ ذکر کثیر کرنے والوں کیساتھ مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر کثیر کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر ذکر کر لیا کریں؟ یا صبح و شام ذکر کیا کریں یا اتنا ذکر کریں کہ تھک

جائیں؟ آخر کیا کریں؟ اس آیت کے تحت مفسرین میں سے حضرت مجاہدؒ ذکر کثیر کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

"اَلذِّکْرُ الْکَثِیْرُ اَنْ لَا یَنْسَاہُ بِحَالٍ"

[ذکر کثیر یہ ہے کہ اسے کسی حال میں بھی نہ بھولے]

کسی حال میں بھی نہ بھولنے سے مراد کیا ہے؟ انسان کی تین بنیادی حالتیں ہیں۔ یا وہ لیٹا ہوگا یا بیٹھا ہوگا یا کھڑا ہوگا۔ ہر حال میں ذکر کرنے سے مراد لیٹے بیٹھے، کھڑے اللہ کو یاد کرے، یہی عقلمندوں کی نشانی بتائی گئی ہے۔ قرآن پاک میں اولوالالباب (عقلمندوں) کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ

(آل عمران آیت ۱۹۱)

[وہ بندے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں]

مفسر صاویؒ نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو چیز بھی فرض کی ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کر دی ہے اور حالت عذر میں ان کو معذور سمجھا ہے۔ سوائے ذکر کے کہ نہ تو کوئی اس کے واسطے حد مقرر کی ہے اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور سمجھا ہے سوائے مجنون کے، اسی لئے ان کو اللہ نے ہر حال میں ذکر کے لئے امر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مؤمن یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر اور اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ ذکر کی شان اور اس کی فضیلت بہت بڑی ہے"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ اَیْ بِاللَّیْلِ

وَالنَّهَارِ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَالْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَالْمَرَضِ وَالصِّحَّةِ وَالسِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ"

جو لوگ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں یعنی رات اور دن میں۔ خشکی اور تری میں، سفر اور حضر میں، غنا اور فقر میں، مرض میں اور صحت میں، خلوت میں اور جلوت میں...... صاف ظاہر ہے ایسا ذکر تو پھر ذکر قلبی اور ذکر خفی ہی ہو سکتا ہے جو ہر حال میں کیا جا سکے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ذکر کثیر کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی تفسیر ذکر قلبی، ذکر خفی یا صوفیاء کی اصطلاح میں وقوف قلبی ہی ہے۔ اس کو کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء: ۱۰۳)

[اللہ کو یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے]

پس ثابت ہوا کہ وقوف قلبی کیلئے قرآن مجید میں حکم فرمایا گیا ہے۔

احادیث سے دلائل

متعدد احادیث میں ذکر خفی (ذکر قلبی) کی با قاعدہ ترغیب وارد ہوئی ہے، مثلاً

☆ ...... ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ

اللہ تعالیٰ کو ذکر خامل سے یاد کیا کرو، کسی نے دریافت کیا ذکر خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ذکر خفی، (رواہ ابن المبارک فی الزھد، الجامع صغیر)

☆ ...... حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔

[صححہ ابن حبان و ابو یعلیٰ]

☆...... بخاری شریف کی حدیث ہے:

عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ ہر لمحے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔"

اس حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ اور سنت بیضاء ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہنا تھی۔ اس حدیث کو اگر اپنے اطلاق اور عموم پر بلا استثناء چھوڑ دیا جائے تو یقیناً اس سے ذکر قلبی مراد ہے۔ کیونکہ بہت سے اوقات ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان ذکر لسانی نہیں کر سکتا۔ اس لئے مشائخ عظام اسی کی اتباع کیلئے سالکین طریقت کو وقوف قلبی کی مشق کرواتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر قلبی کی تعلیم قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اس کو سیکھنے کے لئے مشائخ عظام کی سرپرستی میں وقت گزارتے ہیں۔

ذکر لسانی اور ذکر قلبی

ذکر کی دو قسمیں ہیں، ذکر لسانی اور ذکر قلبی۔

بقول شخصے

لِسَانِیْ وَ قَلْبِیْ يَفْرَحَانِ بِذِكْرِهَا
وَ مَا الْمَرْءُ اِلَّا قَلْبُهٗ وَ لِسَانُهٗ

[میری زبان اور میرا دل اس کے ذکر سے خوش ہے اور آدمی کے پاس دل اور زبان ہی تو ہوتی ہے]

احادیث نبوی ﷺ سے ذکر قلبی کی فضیلت، ذکر لسانی پر ثابت ہے۔ نبی

اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں (ذکر لسانی سے) ستر درجے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ جب قیامت کے دن اللہ جل شانہ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندے کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے ہم نے تو کوئی بھی اور چیز ایسی باقی نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس ایک نیکی ایسی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں ہے وہ ذکر خفی ہے۔

(مسند ابو یعلی بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ)

عقلی دلائل

عقلی طور پر دیکھا جائے تو بھی ذکر قلبی کو ذکر لسانی پر فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً

☆......ذکر قلبی ہر وقت کرنا ممکن ہے جبکہ ذکر لسانی ممکن نہیں۔ مثلاً جب سالک کھانا کھا رہا ہوتا ہے، تقریر کر رہا ہوتا ہے، یا دوکان پر بیٹھا گاہک سے سودا طے کر رہا ہوتا ہے تو وہ زبان سے ایک وقت میں دو کام تو نہیں کر سکتا۔ گفتگو کرے یا ذکر اللہ کرے۔ زبان سے ایک وقت میں ایک کام ہی ممکن ہے۔ جب کہ ذکر قلبی کام کاج کے دوران، لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے ہر حال میں کیا جا سکتا ہے۔

☆......ذکر لسانی کرتے ہوئے زبان ہلے گی، ہونٹ حرکت کریں گے، ہر وقت یہ ڈر رہے گا کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے جبکہ ذکر قلبی کا پتہ یا تو کرنے والے کو ہوتا ہے یا جس کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے۔

؎ وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

ایک روایت میں آتا ہے کہ ذکر قلبی فرشتے بھی نہیں سن سکتے۔ انہیں ایک خوشبو آتی محسوس ہوتی ہے۔ قیامت کے دن معاملہ کھلے گا کہ یہ تو یادالٰہی کی خوشبو تھی۔

؎ میان عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

{عاشق اور معشوق میں کچھ راز ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو بھی نہیں معلوم ہو پاتے}

اسی لئے ذکر قلبی کو ذکر خفی کہا جاتا ہے۔

☆......درحقیقت جسم انسانی میں یاد کا مقام قلب ہے جبکہ زبان سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کبھی کسی ماں نے بیٹے سے یہ نہیں کہا کہ بیٹا میری زبان تمہیں بہت یاد کرتی ہے، بلکہ ہمیشہ یہی کہے گی کہ بیٹا میرا دل تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یاد کا مقام انسان کا قلب ہے۔ پس عقلی دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ ذکر خفی افضل ہے ذکر لسانی سے۔

بقول شخصے

؎ از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ شو
ایں طریقہ زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

{اندر سے تو آشنا ہو باہر سے بیگانہ ہو، یہی طریقہ بہتر ہے اور دنیا میں بہت کم ہے}

ذکر کے فوائد

کثرت ذکر کے فوائد بھی عجیب و غریب ہیں۔ چند ایک بیان کیے جاتے ہیں۔

ذکر دل کی صفائی کا باعث ہے

ذکر کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے انسان کے دل کی ظلمت دور ہوتی ہے۔ اور آدمی کو قلب سلیم نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ (مشکوۃ)

[ہر چیز کا ایک صیقل ہوتا ہے اور دل کا صیقل (صفائی) اللہ کا ذکر ہے۔]

جب دل صاف اور روشن ہو تو اس کو عبادات میں لذت ملتی ہے اور خیر کی ہر بات اس پر اثر کرتی ہے۔ اور اور دل صاف نہ ہو تو قساوت قلب کے باعث خیر کی بات دل پر اثر نہیں کرتی اور نہ وہ عبادت و طاعت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِيْ جَسَدِ بَنِيْ آدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

[بے شک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ دل ہے]

اسی بات کو ایک شاعر نے یوں کہا ہے:

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنوار لیا وہ سنور گیا

ذاکر کو اللہ تعالیٰ یاد رکھتے ہیں

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ (البقرة:۱۵۲)

[تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا]

اس آیت میں خوشخبری ہے اہل ذکر کے لئے کہ جب وہ ذکر کر رہے ہوتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں یاد کر رہے ہوتے ہیں۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی

ایک اور حدیث مبارکہ میں بھی ایسی ہی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے اور جب وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر (فرشتوں کے) مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کا ذکر ہر وقت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کا ذکر فرشتوں کی جماعت میں کرتے ہیں۔

ذکر سے اللہ تعالیٰ کی دوستی

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

[میں اس شخص کا ہم نشیں (ساتھی) ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے]

کس قدر شرف کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اہل ذکر کا جلیس و ہم نشیں کہا، لہٰذا جس شخص کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہوگی تو وہ گویا ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ہم جلیس ہوگا۔ اسی کو حضوری کہتے ہیں لیکن غافل بندوں اور ہوائے نفس کے گرفتاروں کو کیا پتہ کہ قرب الٰہی کی لذتوں کا کیا معاملہ ہے۔

؎ عندلیب مست داند قدر گل
چغد را از گوشۂ ویرانہ پرس

[پھول کی قدر تو مست بلبل ہی خوب جانتی ہے۔ جنگل کے ویران کونے کی بابت کچھ پوچھنا ہو تو اُلو سے پوچھو]

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنے دلوں سے غفلت کو نکال پھینکیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے مزین کرلیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست بن جائیں۔

ذکر سے دائمی حیات ملتی ہے

ابو موسیٰ ؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَ الْمَیِّتِ

(متفق علیه)

(جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے)

یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔ اس کی تفسیر میں علماء کی مختلف آراء ہیں

......بعض علماء نے کہا ہے کہ اس میں دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مردہ ہے۔

......بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کے ذکر کرنے والے کو جس نے ستایا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی زندہ کو ستایا کہ اس سے انتقام لیا جائے گا۔ اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مردہ کو ستائے کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔

......بعض نے کہا ہے کہ اس میں ہمیشگی کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرتے نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی میں رہتے ہیں۔ جیسا کہ شہداء کے متعلق ارشاد ہے بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (وہ زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے)

بہر حال تمام آراء کا مفہوم و مقصد ایک ہی ہے جس سے ذکر کی فضیلت و افادیت ظاہر ہوتی ہے۔

ذکر اطمینان قلب کا باعث ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸)

خبردار دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر سے وابستہ ہے

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر سکون قلب مل ہی نہیں سکتا۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

لہٰذا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں ہے وہ دنیاوی عیش و آرام کے باوجود سکون کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اطمینان قلب تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ آج دنیا میں بے سکونی کی جو لہر آئی ہوئی ہے اس کی حقیقی وجہ ہی یہ ہے کہ اللہ کی یاد دلوں سے رخصت ہو گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ: ۱۲۴)

[جس نے میری یاد سے (قرآن سے) منہ پھیرا اس کیلئے تنگی والی زندگی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کھڑا کریں گے]

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (تنگی والی زندگی) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس کی زندگی تنگ اور مکدر کر دی جاتی ہے گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت مال و دولت اور سامان عیش و عشرت نظر آئے'' اس کے برعکس جن کے دل اللہ کی یاد سے معمور ہوتے ہیں وہ فقیری میں بھی امیری کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں۔

کتنی تسکین ہے وابستہ تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آ جاتی ہے آرام کے ساتھ

ذکر شیطان کے خلاف ہتھیار ہے

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَنَسَ وَ اِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ (بخاری)

[شیطان آدمی کے دل پر جما ہوا بیٹھا رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے]

گناہ کی ابتدا گناہ کے وساوس سے ہی ہوتی ہے جو پختہ ہو کر عملی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مشائخ عظام ذکر کی کثرت اسی لئے کرواتے ہیں کہ قلب اتنا قوی ہو جائے کہ اس میں شیطان کو وسوسے ڈالنے کا موقع ہی نہ ملے۔

ایک بزرگ نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت مجھ پر منکشف کی جائے، چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ شیطان دل کے مونڈھے کے پیچھے بائیں طرف مچھر کی سی شکل میں بیٹھا ہوا ہے ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اگر اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس کو کھینچ لیتا ہے اور غافل پاتا ہے تو وساوس اور گناہوں کو انجکشن کی طرح اس میں بھر دیتا ہے۔

مزید برآں اصول یہ ہے کہ انسان جب کسی دشمن پر قابو پا لیتا ہے تو سب سے پہلے وہ ہتھیار چھین لیتا ہے جو مہلک ہو۔ اسی طرح جب شیطان انسان پر قابو پا لیتا ہے تو اسے بھی یادِ الٰہی سے غافل کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ

[ان پر شیطان غالب آیا اور ان کو یاد الٰہی سے غافل کر دیا]

ذکر مومن کا ہتھیار ہے اسی کے ذریعے شیطانی حملوں سے بچنا ممکن ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (الاعراف:۲۰۱)

[بے شک متقی لوگوں پر جب شیطان کی جماعت حملہ آور ہوتی ہے تو وہ یاد الٰہی کرتے ہیں پس بچ نکلتے ہیں]

ذکر افضل ترین عبادت ہے

☆ ..... حضرت ابی سعید ؓ ایک حدیث میں روایت کرتے ہیں:

"سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ الذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا . قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْكُفَّارِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یَنْكَسِرَ وَ یَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذّٰكِرُوْنَ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً" (الترمذی و بیہقی)

"رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں کن لوگوں کا درجہ زیادہ ہوگا۔ فرمایا جو لوگ کثرت سے ذکر اللہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اور جو لوگ جہاد کرتے ہیں، فرمایا کہ اگرچہ مجاہد، کفار اور مشرکین پر تلوار چلاتا رہے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے اور خون آلود ہو جائے پھر بھی ذاکرین کا درجہ افضل ہے۔"

اس حدیث پاک میں ذکر کثیر کرنے والوں کی فضیلت کتنی وضاحت سے

بیان کی گئی ہے۔تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جہاد کا وقت آ جائے تو جہاد نہ کرو اور ذکر ہی کرتے رہو۔ذکر کی فضیلت اپنی جگہ لیکن جہاد کے موقع پر جہاد لازم ہے اور اس کی فضیلت بقیہ اعمال پر غالب آ جاتی ہے۔

☆......اللہ کا ذکر مالی صدقہ سے بھی افضل ہے۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَوْ اَنَّ رَجُلاً فِیْ حِجْرِہٖ دَرَاھِمَ یَقْسِمُھَا وَ اٰخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ لَکَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلُ (الطبرانی و البیھقی)

ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ انہیں تقسیم کر رہا ہوں اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنیوالا زیادہ افضل ہے۔

☆......ایک اور حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو۔اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔''(طبرانی و بیہقی)

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکی کی کثرت سے اس کی تلافی کر سکتی ہے۔

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ

اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برأت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے۔

انہیں منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادات سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

ذکر کی وجہ سے عذاب قبر سے نجات

قبر کی گھاٹی میں بھی ذکر کا نور کام آئے گا اور آدمی قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا اَنْجٰی لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ

[اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے نجات دلانے والا نہیں ہے] (رواہ احمد)

ذکر اللہ سے غفلت کا انجام

کثرت ذکر کے فوائد بے شمار ہیں اس کے بالمقابل ذکر الٰہی سے غفلت بہت بڑے خسارے اور حسرت کا باعث ہے، متعدد قرآنی آیات اور احادیث میں اس بارے میں خبردار بھی کیا گیا ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کا سب سے پہلا نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ غافل آدمی پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، لہٰذا شیطان کی سنگت میں رہنے کی وجہ سے وہ آدمی بھی شیطانی گروہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المجادلہ:۱۹)

[ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا پس اس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سمجھ لو کہ شیطان کا گروہ خسارہ پانے والا ہے]

☆......عموماً انسان کو مال و اولاد کی مشغولیت ہی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتی

ہے لہٰذا اس بارے میں تنبیہ کر دی گئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (منافقون:۹)

[اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال واولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ پانے والے ہیں]

☆ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بیگانگی اختیار کرنے اور منہ موڑنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ (الجن:۱۷)

[اور جس شخص نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا]

☆ ......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَ مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ

(ابوداؤد)

[جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اس کا یہ بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا اور جو شخص خوابگاہ میں لیٹے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا]

جنتیوں کی حسرت

یہ غفلت تو ایسی بری چیز ہے کہ جنتی لوگوں کو بھی اپنے ان لمحات پر افسوس

ہوگا جن میں انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تھا۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰی سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِهِمْ لَمْ یَذْكُرُوْا اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهَا (طبرانی و بیهقی)

[جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو]

کسی نے کیا خوب کہا ہے

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
میان دیدہ اگر نیم موست کمتر نیست

(دوست کی جدائی اگر تھوڑی دیر کیلئے بھی ہو وہ تھوڑی نہیں ہے جیسا کہ آنکھ میں اگر آدھا بال بھی ہو تو وہ کم نہیں ہے)

ہر طرف سے ہٹ کٹ کر اللہ کی رحمت کے انتظار میں بیٹھنا

مراقبہ کو فکر کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت فکر ہی ہے، کسی خاص فکر میں ہمہ تن متوجہ ہو جانا حتیٰ کہ اتنا استغراق ہو جائے کہ اسی حال میں محو ہو جائے۔

فکر کی کارفرمائیاں

بنیادی طور پر فکر کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔ غور و فکر کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو بخشی ہے دیگر حیوانات کو یہ نعمت نصیب نہیں ہے۔ انسان کی فکری صلاحیتیں جب کسی ایک خاص نکتہ پر مرکوز ہو جاتی ہیں تو یہ عجیب و غریب گل کھلاتی ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہمیں دنیا میں نظر آ سکتی ہیں۔

- سائنس دان اپنی فکری صلاحیتوں کو جب علت و معلول کے سمجھنے کی طرف لگاتے ہیں تو نئے نئے نظریات اور قوانین اخذ کرتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ نئی ایجادات اور انکشافات کر ڈالتے ہیں۔ مثلاً آئن سٹائن ایک معروف ریاضی دان تھا اس نے اپنی فکر کو فزکس کے فارمولوں کی طرف لگایا تو ایک ایسی مساوات

(Equation) بنادی جو مادے اور توانائی کے تعلق کو ظاہر کرتی تھی، جس کے بنیاد پر بعد میں ایٹمی توانائی کے اسٹیشن بنائے گئے۔ اسی طرح اور کئی محیر العقول ایجادات ایسی ہیں جو فکر کے مسلسل استعمال کے نتیجے میں وجود میں آئیں۔

◉ ہندو جوگی گیان دھیان کی بعض ایسی مشقیں کرتے ہیں کہ ان کو ارتکاز خیالات کے ذریعے دوسروں پر اپنا اثر ڈالنے کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس طرح انہیں لوگوں کے عقائد خراب کرنے کا ایک بڑا کامیاب گر ہاتھ آ جاتا ہے حقیقتاً وہ یہ سارا کچھ ارتکاز فکر کی مشق کی وجہ سے کرتے ہیں۔

◉ ہمارے ہی معاشرے میں بہت سے شعبدہ باز (مداری) ایسے نظر آ جاتے ہیں جو مختلف مقامات پر اپنے حیران کن شعبدے دکھا کر لوگوں سے انعام وصول کر رہے ہوتے ہیں۔ اور بعض جگہوں پر ایسے عامل ہوتے ہیں جو لوگوں کے دماغ کی سوچ بتا کر ''بڑی کرنی والے'' مشہور ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ارتکاز فکر کے کرشمے ہیں۔

◉ یہ سائنس کا دور ہے لہٰذا سائنس کی ایک شاخ ''مابعد الطبیعاتی سائنس'' بنادی گئی ہے۔ جس میں ارتکاز خیالات اور دیگر غیر مادی مظاہر پر تحقیق کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی ذیل میں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جیسے علوم بھی معلوم ہو چکے ہیں۔ ان علوم میں مختلف مشقوں کے ذریعے آدمی کو اپنی توجہ مرکوز کر کے دوسرے ذہن اور نفسیات پر اثر انداز ہونے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ بعض مغربی ممالک میں اب مجرموں کی ذہن سازی کیلئے باقاعدہ ہپناٹسٹ ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔

◉ مغرب میں اعصابی دباؤ سے نجات کیلئے اور ذہنی سکون حاصل کرنے کیلئے ماہرین ارتکاز فکر کی مشق کرواتے ہیں جسے وہ میڈیٹیشن کہتے ہیں۔ اس کیلئے

باقاعدہ اب میڈیٹیشن کلب بننے شروع ہو گئے ہیں۔ جس میں اراکین کو ارتکاز خیالات کی ایسی مشقیں کروائی جاتی ہیں کہ وہ ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔

فکر کو مبذول کرنے کے یہ سب مظاہر (Phenomenaes) دنیاوی ہیں۔ اللہ والے بھی انسان کی اسی غور و فکر والی صلاحیت کو استعمال کرتے ہیں لیکن وہ اسے معرفت الٰہی کے حصول میں لگاتے ہیں۔ اولیائے کاملین اپنے متوسلین کو ایسی مشقیں کرواتے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کی فکر اللہ کے ہر غیر سے ہٹ کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جائے۔ جتنا کسی سالک کو اس فکر میں جمعیت نصیب ہوتی ہے اس کی معرفت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ارتکاز توجہ کی اسی مشق کو مراقبہ کہہ دیتے ہیں۔

مراقبہ

مراقبہ ماخوذ ہے رقیب سے، جس کے معنی ہیں منتظر، نگہبان، پاسبان جیسے ارشاد فرمایا گیا "

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً (الاحزاب : ۵۲)

[بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے]

حضرت امام غزالیؒ مراقبہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اسی طرف مشغول اور ملتفت رہنا اور اسی کو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا''

محاسبیؒ مراقبے کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس کا شروع یہ ہے کہ دل کو قرب پروردگار کا علم ہو''

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی کتاب القول الجمیل میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَاقَبَۃُ اَنْ تُلَازِمَ قَلْبَکَ لِعِلْمِ اَنَّ اللّٰہَ نَاظِرٌ اِلَیْکَ

[مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے دل پر اس بات کو لازم کرلے کہ اللہ تعالیٰ تیری طرف دیکھ رہا ہے]

مشائخ اپنے متوسلین کی اصلاح احوال کیلئے ان کے حسب حال مختلف قسم کے مراقبے کرواتے ہیں۔ مثلاً

بعض مشائخ مراقبہ موت کرواتے ہیں کہ انسان آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ ایک دن میں مر جاؤں گا تو یہ دنیا اور مال و اسباب کچھ بھی نہیں ہوگا میں قبر میں تنہا ہوں گا وغیرہ وغیرہ......

بعض مشائخ کسی محبوب مجازی کی محبت سالک کے دل سے نکالنے کیلئے اس محبوب کی صورت بگڑ جانے کا مراقبہ کرواتے۔

بعض مشائخ بیت اللہ کا مراقبہ کرواتے ہیں تاکہ سالک کا دل جو شیطانی وساوس و خیالات کی اماجگاہ اور حیوانی شہوات و لذات کا خوگر ہو چکا ہے۔ وہ ان سے کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان جم جائے۔

اس کے علاوہ اور بھی مختلف قسم کے مراقبے مشائخ سے منقول ہیں لیکن مقصود سب کا ایک ہی ہے کہ سالک کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کے غیر سے ہٹا دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دیا جائے۔

مراقبے کا طریقہ

سلسلہ نقشبندیہ میں جو مراقبہ بتایا جاتا ہے اس کے تحت سالک جب دنیاوی کاموں سے فارغ ہو جائے تو وہ ساری دنیا سے یکسو ہو کر، یک رو ہو کر، قبلہ رو ہو کر، باوضو ہو کر بیٹھ جائے۔ آنکھوں کو بند کر لے، سر کو جھکا لے اور دل کو تمام

پریشان خیالات وخطرات کے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف کر لے۔تھوڑی دیر کیلئے یہ سوچے کہ نہ زمین، نہ آسمان، نہ انسان، نہ حیوان، نہ شیطان کچھ بھی نہیں ہے۔بس اللہ تعالیٰ کی رحمت آرہی ہے اور میرے دل میں سما رہی ہے۔میرے دل کی ظلمت و سیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔شروع شروع میں سالک کا دل ذکر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جیسے ہی سر جھکا یا دنیا کے خیالات و وساوس نے ہجوم کیا۔مثل مشہور ہے "کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ" (ہر برتن میں سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے) دل میں دنیا بھری ہونے کی کتنی واضح دلیل ہے کہ سر تو جھکا ؤ یاد الٰہی کی خاطر مگر پریشان خیالات تنگ کرنے لگیں۔سالک کو اس بات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ مجھے تو بہت محنت کرنی چاہیے۔اگر دل میں یہی کچھ لے کر آگے منزل پر چلے گئے تو کتنی رسوائی ہوگی۔

سالک مراقبہ میں بیٹھتے وقت جب یہ سوچتا ہے، گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آرہی ہے تو حدیث پاک "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" (میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں) کے مطابق رحمت دل میں سما جاتی ہے۔بالفرض پہلے دن سارا وقت دنیا کے خیالات آئے فقط ایک لمحہ اللہ کا خیال آیا تو دوسرے دن دنیا کے خیالات نسبتاً کم آئیں گے۔تیسرے دن اور کم۔حتیٰ کہ وہ وقت آئے گا کہ جب سر جھکائیں گے تو فقط اللہ کا دھیان رہے گا۔دنیا کمینی دل سے نکل جائے گی۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مراقبہ کے دوران بعض سالکین پر اونگھ سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ ''اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ '' (جب تمہارے اوپر اونگھ طاری کر دی گئی) کے مصداق کسب فیض ہی کی علامت ہوتی ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں، ترقی ہوتی رہتی ہے۔ سالک کی مثال مرغی کی مانند ہے جو انڈوں پر بیٹھ کر انہیں گرمی پہنچاتی ہے۔ ابتداء میں جو انڈے پتھر کی طرح بے جان محسوس ہوتے ہیں ان میں جان پڑتی ہے حتی کہ چوں چوں کرتے چوزے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح سالک کو ابتدا میں اپنا دل پتھر کی مانند نظر آتا ہے لیکن مراقبہ میں بیٹھ کر ذکر کی حرارت پہنچانے سے وہ وقت آتا ہے جب دل اللہ اللہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ظاہر میں یہ عمل جتنا ہلکا پھلکا سادہ سا لگتا ہے اس کا اثر اتنا ہی زیادہ ہے۔ چند دن مراقبہ کی پابندی کرنے سے تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

معمولات نقشبندیہ میں مراقبہ کا یہ معمول بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ باقی تمام معمولات تو عمومی ہوتے ہیں لیکن یہ ہر سالک کیلئے خصوصی ہوتا ہے، سالک کی روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کو بھی سبقاً سبقاً آگے بڑھایا جاتا ہے۔

اس طریقہ ذکر کے واضح دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

☆ ۱.....ارشاد باری تعالی ہے:

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّخِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ (الاعراف: ۲۰۵)

[اور ذکر کرو اپنے رب کا اپنے نفس میں گڑگڑاتے ہوئے خفیہ طریقہ سے اور مناسب آواز سے]

مفسرین نے "فِیْ نَفْسِکَ" کا مطلب "ای فِیْ قَلْبِکَ" کیا ہے۔ یعنی اپنے دل میں اپنے رب کا ذکر کرو۔ یہاں وَاذْکُرْ امر کا صیغہ ہے گویا حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کرو۔ چنانچہ اسی حکم کی تعمیل کیلئے یہ مراقبہ بتایا جاتا ہے۔

"فِیْ نَفْسِکَ" کا ترجمہ اپنے دل میں، اپنے دھیان میں، اپنی سوچ میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ اپنی زبان سے تو نہیں کیا جا سکتا۔ معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً" سے ذکر قلبی اور "وَ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ" سے ذکر لسانی مراد ہے۔ اس سے ایک تو ذکر قلبی کا ثبوت ملا دوسرا ذکر قلبی کا ذکر لسانی پر مقدم ہونا ثابت ہوا۔

☆......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً (مزمل: ۸)

(ذکر کر اپنے رب کے نام کا)

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے

1 اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ یہاں قابل غور نکتہ ہے کہ یہ نہیں کہا گیا رب کا ذکر کرو۔ ظاہراً یہ بھی کہہ دیا جاتا تو کافی تھا مگر رب کے نام کا ذکر کرو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رب تو صفاتی نام ہے۔ یہاں ذاتی نام "اللہ" کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ لفظ اللہ کا ذکر کرنا رب کے نام کا ذکر کرنا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں لفظ اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

2 اس (اللہ) کی طرف "تبتل" اختیار کرو۔ "تبتل" کہتے ہیں محبوب کی خاطر

ماسوا سے انقطاع اختیار کرنے کو۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ مخلوق سے توڑو اور رب سے جوڑو۔ یہ انقطاع عن المخلوق بیٹھے بٹھائے تو نصیب ہونے سے رہا، اس کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کریں؟ مشائخ عظام نے اس کا آسان حل بتا دیا کہ روزانہ کچھ وقت فارغ کر کے یک سو ہو کر یک رو ہو کر بیٹھ جاؤ۔ آنکھوں کو بند کر لو اور بند کرتے وقت یہ سوچو کہ آج تو میں اپنی مرضی سے آنکھیں بند کر رہا ہوں، ایک وقت آئے گا کہ یہ ہمیشہ کیلئے بند ہو جائیں گی۔ اس سے دنیا کی بے ثباتی دل میں بیٹھے گی اور مخلوق سے کٹ کر خالق حقیقی سے جڑنے کا داعیہ پیدا ہوگا۔ اگر طبیعت چاہے تو سر پر کپڑا ڈال لو اور یہ سوچو کہ آج تو اپنی مرضی سے سر پر کپڑا ڈال رہا ہوں ایک وقت آئے گا کہ مجھے کفن پہنا دیا جائے گا۔ اس سے ''تبتل'' کی کیفیت میں اضافہ ہوگا۔ روزانہ دس پندرہ منٹ، آدھا گھنٹہ اس طرح بیٹھنے سے یہ سبق راسخ ہوتا جائے گا۔ پانی کا قطرہ دیکھنے میں کتنا نرم ہوتا ہے لیکن کسی پتھر پر متواتر گرتا رہے تو اس میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اگر روزانہ اس حالت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کا ذکر کرے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ یہ ساری کیفیت مراقبہ کہلاتی ہے اور یہی اس آیت کریمہ کا مقصود ہے۔ اس مشق کا نام ''تبتل'' رکھیں، مراقبہ رکھیں، محاسبہ رکھیں مگر اس حقیقت سے مفر ممکن نہیں کہ اس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ مراقبہ قرآن پاک کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

احادیث سے دلائل

بخاری شریف میں کیف کان بدء الوحی کے باب میں مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نزول وحی سے پہلے کئی کئی دن کا زاد لے کر غار حرا میں وقت

گزارتے تھے۔ اس وقت نہ تو نماز تھی، نہ قرآن تھا، نہ روزہ تھا، پھر وہاں بیٹھ کر کیا کرتے تھے؟ محدثین نے لکھا ہے کہ ذکر اللہ میں اپنا وقت گزارتے تھے، مخلوق سے ہٹ کٹ کے اللہ سے لو لگانے کا نام مراقبہ ہی تو ہے۔ مراقبہ کی تعلیم دے کر مشائخ اسی سنت کو زندہ کرتے ہیں۔

☆......حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُنَادِيْ مُنَادِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ اُولُو الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَيُّ اُولِي الْاَلْبَابِ تُرِيْدُ قَالَ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَائَهُمْ وَ قَالَ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ

(اخرجه الاصبهانی فی الترغيب)

قیامت کے دن ایک منادی اعلان کریگا کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا ہم آپ کی ہی تسبیح کرتے ہیں، آپ ہمیں جہنم کے عذاب بچالیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حدیث بالا میں غور و فکر کرنے والوں کو جنت میں داخلے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس میں اگرچہ زمین و آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں غور و فکر کا ذکر

ہے۔ لیکن حدیث کا سیاق وسباق یہ بتا رہا ہے کہ زمین وآسمان کے پیدا ہونے پر حقیقی غور وفکر تبھی نصیب ہوگا جب اسے اللہ کے ذکر کی کثرت کے ساتھ کیا جائے اوراس کے نتیجے میں اللہ کی معرفت حاصل ہواور اللہ تعالیٰ کی محبت میں بے اختیار ہوکر انسان اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگے۔ ورنہ فقط زمین وآسمان کے بننے میں غورتو آج کل کی جدید سائنسی تحقیقات میں بھی ہورہا ہے اور یہ تحقیقات کرنے والے اکثر خدا سے غافل اور بے دین ہیں۔

تو گویا ہر وہ غور وفکر جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بنیاد بنے اس پر اس فضیلت کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے، اے اللہ! تو میری مغفرت کردے نظر رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت کردی گئی۔''

یہ غور وفکر بھی ایک طریقۂ ذکر ہے جس میں دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے۔ ہم بھی مراقبہ میں اپنی سوچ کو اس طرف لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آرہی ہے دل میں سما رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تو ہر وقت برستی ہیں، جب ہم اپنی فکر کو اس طرف لگاتے ہیں تو واقعی دل روشن ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

غور وفکر کو افضل ترین عبادت اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے دوسری اللہ تعالیٰ کی محبت کہ فکر پر مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جسے صوفیہ مراقبہ کہتے ہیں۔ (از فضائل اعمال)

☆......ابی ہریرہ ؓ ایک حدیث قدسی روایت کرتے ہیں

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْمَا یَذْکُرُ عَنْ رَّبِّہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اذْکُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ بَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَۃً اَکْفِکَ فِیْمَا بَیْنَھُمَا

(اخرجہ احمد)

(حق تعالیٰ شانہ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا کہ عصر اور فجر کے بعد میرا ذکر کیا کرو ان دو وقتوں کے درمیان تمہارے کاموں کی کفایت کروں گا)

اسی لئے مشائخ کرام صبح شام اللہ کی یاد کیلئے مراقبہ میں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں۔

مراقبہ کے فوائد

افضل ترین عبادت

مراقبہ افضل ترین عبادت ہے کیونکہ اس میں غور وفکر کارفرما ہوتا ہے۔

☆......ام درداء رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ ابو درداء ؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔

☆......حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور وفکر تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابو الدرداء ؓ اور حضرت انس ؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا۔

☆......حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔

افضل عبادت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پھر دوسری عبادات کی ضرورت نہیں

بس یہی کرتے رہو، ہر عبادت کا اپنا ایک درجہ ہے اگر فرائض واجبات اور آداب وسنن کو چھوڑ دیا جائے تو انسان عذاب وملامت کا مستحق بن جاتا ہے۔

مراقبہ سے ایمان کا نور پیدا ہوتا ہے

عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ سے سنا ہے ایک سے دو سے نہیں بلکہ زیادہ سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مراقبہ کی پابندی کرنے سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے ایمان کی حلاوت بڑھ جاتی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ جتنا مراقبہ کی کثرت کرتے ہیں، نماز کی حضوری، اعمال کا شوق، فکرِ آخرت اور اللہ کی محبت جیسی کیفیات بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

مراقبہ شیطان کیلئے باعث خجالت ہے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ بھی کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا ہے اور میرے جگر کے کباب کر دیئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں میں سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔

مراقبہ سے روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے

مراقبہ کی کثرت سے سالک کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مختلف مراقبات پر مبنی اسباق کا ایک سلسلہ ہے جو سالکین کو درجہ بدرجہ

طے کروائے جاتے ہیں۔ ہر ہر سبق پر سالک کی روح نفس کی کثافتوں سے آزاد ہو کر فوق کی طرف پرواز کرتی ہے اور اسے اس سبق کی مخصوص کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ سالک کو نسبت مع اللہ کی نعمت، معیت الٰہی کا استحضار، نماز کی حقیقت، اولوالعزم نبیاء کے فیوضات اور دیگر کمالات میں سے حصہ ملتا ہے۔ لیکن یہ تمام نعمتیں مراقبہ کی پابندی اور کثرت کی وجہ سے نصیب ہوتی ہیں۔ محنت کرنے والوں کیلئے میدان کھلا ہے ہمت اور استقامات کی ضرورت ہے۔

فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (مطففین:۲۶)

[پس (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئے کہ وہ اس میں رغبت کریں]

☆☆☆

قرآن مجید اللہ رب العزت کا کلام ہے انسانیت کے نام ہے۔ حقیقت میں یہ انسانیت کے لئے منشور حیات ہے، انسانیت کیلئے دستور حیات ہے، انسانیت کے لئے ضابطہ حیات ہے بلکہ پوری انسانیت کیلئے آب حیات ہے۔

تَبَارَکَ بِالْقُرْآنِ فَاِنَّهٗ کَلَامُ اللّٰہِ وَ خَرَجَ مِنْهُ

[قرآن سے برکت حاصل کرو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس سے صادر ہوا ہے]

چونکہ ہم اللہ رب العزت کی محبت اور تعلق چاہتے ہیں لہذا ہمیں چاہئے کہ اُس کے کلام سے اُس کے پیغام سے اپنا ناطہ جوڑیں اور روزانہ محبت سے اس کی تلاوت کیا کریں۔ مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سالکین کو روزانہ تلاوت قرآن کریم کی ہدایت کرتے ہیں۔ ایک پارہ ہو تو بہت اچھا ہے، ورنہ کم از کم آدھ پارہ تلاوت ضرور تلاوت کریں۔ علماء طلباء جن کو تعلیمی مصروفیت زیادہ ہو وہ اس سے بھی کچھ کم کرلیں لیکن روزانہ تلاوت ضرور کریں۔ اور اگر کوئی پہلے سے قرآن

پاک پڑھنا نہیں جانتا تو اسے چاہئے کہ کسی قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دے۔ اس میں اس کیلئے دوہرا اجر ہے۔

تلاوت کرتے وقت باوضو اور قبلہ رو ہو کر بیٹھیں اور تمام ظاہری اور باطنی آداب کا خیال رکھتے ہوئے اس کی تلاوت کریں۔ (قرآن پاک کے ظاہری اور باطنی آداب فقیر کی کتاب ''باادب بانصیب'' سے ملاحظہ کریں)

دلائل از قرآن مجید:

دلیل نمبر ۱:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل:۲۰)

[قرآن پاک کی تلاوت کرو جس قدر تم سے ہو سکے]

اس آیت کریمہ میں قرآن پاک کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی کی تعمیل میں مشائخ حضرات سالکین طریقت کو تلاوت قرآن پاک کی تلقین کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

[جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسے اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی لوگ ہیں ایمان رکھنے والے] (البقرہ: ۱۲۱)

تو معلوم ہوا کہ جو اہل ایمان ہیں وہ قرآن پاک کی تلاوت سے غافل نہیں ہوتا اور اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

احادیث سے دلائل:

دلیل نمبر۱

طبرانی نے جامع الصغیر میں روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی کو نصیحت کی

اُوصِیکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ رَاْسُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ وَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ۔

[میں تجھے خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔ اور تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم رکھ۔ کیونکہ یہ آسمان میں تیرے ذکر کا سبب ہیں اور زمین میں تیری ہدایت کا]

دلیل نمبر۲

ایک حدیث میں حضرت ابوذر سے منقول ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ فَاِنَّہٗ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ۔ (صحیح ابن حبان)

[فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تم پر تلاوت قرآن ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تیرے لئے زمین میں ہدایت کا سبب ہے اور آسمان میں یہ تیرا ذخیرہ ہے]

دلیل نمبر۳

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت نقل کی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاءُ کَمَا یَصْدَاءُ الْحَدِیْدُ

اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا جِلَاءُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ .

[فرمایا نبی اکرم ﷺ نے ان دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے۔ جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! ان کو صاف کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا موت کا ذکر کثرت سے کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا]

دلیل نمبر۴

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَ مَنْ قَامَ بِمِاَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَ مَنْ قَامَ بِاَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ

[حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے نفلوں میں کھڑے ہو کر دس آیات پڑھیں، ایسا شخص غافلین میں شمار نہیں ہوگا اور جس شخص نے سو آیات پڑھیں ایسا شخص عبادت گزار لوگوں میں شمار ہوگا اور جس شخص نے ایک ہزار آیات پڑھیں وہ اجر کے خزانوں کو جمع کرنے والا ہوگا] (ابوداؤد: ج۱،ص۲۰۵)

دلیل ۵

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رِوَايَةً طَوِيْلَةً وَ فِيْهِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اِقْرَءِ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ (بخاری: ج۲ص۷۵۵، ابوداؤد ص۲۰۵)

[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت ہے اور اس میں حضور ﷺ نے فرمایا کم از کم ایک ماہ میں قرآن کا ختم کرو]

مندرجہ بالا احادیث کی تعمیل کیلئے ہمارے مشائخ روزانہ تلاوت کلام پاک کا حکم دیتے ہیں۔

تلاوت قرآن مجید کے فوائد

تلاوت قرآن پر اجر کثیر

متعدد احادیث میں قرآن پاک کی تلاوت پر بے شمار اجر و ثواب کی بشارت سنائی گئی

- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهٖ حَسَنَةٌ وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ بَلْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ (ترمذی)

[جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کیلئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف، میم ایک حرف ہے]

اس حدیث پاک میں قرآن پاک کے ہر ایک حرف پر دس نیکیوں کے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ کمتر درجے کا ثواب ہے۔ جسے چاہیں اس سے کئی گنا زیادہ

بھی ثواب عطا فرماتے ہیں

● حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا گیا ہے:

جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس نے شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کیلئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کیلئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کیلئے دس نیکیاں۔

● ایک اور حدیث مبارکہ میں بیان فرمایا گیا

جس نے ہزار آیات کی تلاوت کی اس کیلئے ایک قنطار (کے برابر) ثواب لکھا جاتا ہے اور ایک قنطار سو رطل کے برابر ہے، اور ایک رطل بارہ اوقیہ کے برابر ہے اور ایک اوقیہ چھ دینار کے برابر ہے، اور ایک دینار چوبیس قیراط کے برابر ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے

اس حدیث مبارکہ کے مطابق اگر حساب لگایا جائے تو ہزار آیت کا ثواب ایک لاکھ بہتر ہزار آٹھ سو احد پہاڑوں کے برابر پہنچ جاتا ہے۔

● حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے:

قِرَاءَةُ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ دُوْنَ الْعَرْشِ

[یعنی جس نے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی اس کیلئے ایک درجہ بلندی ہوگی اور نور کا چراغ ہوگا] (ایضاً)

اٹکنے والے کیلئے دوہرا اجر

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وَالَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَ یَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَ هُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ

[جو شخص قرآن مجید کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دہرا اجر ہے۔] (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

اس میں بشارت ہے ان کیلئے جو قرآن پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ اگر وہ کسی سے پڑھنا شروع کر دیں تو ان کی اس کوشش و محنت پر دوہرا اجر ملے گا۔

قابل رشک چیز......تلاوت قرآن

ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَسَدَ اِلَّا عَلٰى اِثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ (بخاری، ترمذی، نسائی)

[حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جس کو حق سبحانہ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے]

حسد بمعنی رشک کے ہے، مقصد یہ کہ انسان تمنا کرے کہ کاش کہ میں بھی ان جیسا ہو جاؤں۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِىْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَ طَعْمُهَا حُلْوٌ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ

يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ

[جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور مزہ لذیذ اور جو مؤمن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قران نہ پڑھے اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ بھی نہیں اور جو منافق قرآن پڑھے، اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے جس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور مزہ کڑوا ہوتا ہے] (بخاری و مسلم ونسائی، ابن ماجہ)

قرآن پڑھنے والے کی اللہ کے ہاں قدر

ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَ مَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ وَ فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ (ترمذی، دارمی، بیہقی)

[اللہ تعالٰی یہ فرماتے ہیں جس شخص کو قرآن شرف کی مشغولیت کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی خود اللہ تعالٰی شانہ کو تمام مخلوق پر]

شیخ الحدیث حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کا بھی یہ دستور ہے کہ اگر کوئی شخص مٹھائی بانٹ رہا ہو اور ایک شخص اسی بانٹنے والے کے کسی کام میں مشغول ہو تو وہ اس شخص کا حصہ پہلے رکھ لیتا ہے۔ تلاوت کرنے والے کا اللہ تعالٰی اسی شخص کی طرح زیادہ خیال فرماتے ہیں۔

ایک اور جگہ پر اسی طرح کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن پاک کی مشغولیت مجھ سے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتی ہے میں اس کو شکر گزاروں کے ثواب سے بہتر عطا کرتا ہوں۔

تلاوت خدا کے قرب کا بہترین ذریعہ

یہ مضمون کئی روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ قرآن پاک ہے۔

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ

اِنَّكُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْآنَ (الحاکم)

[تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک]

☆......انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهٗ (النسائی، ابن ماجہ، حاکم واحمد)

حق تعالیٰ شانہ کیلئے لوگوں میں بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل اور خواص ہیں۔

☆......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے اللہ جل شانہ کی خواب میں زیارت ہوئی اور میں نے پوچھا کہ یا اللہ آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے سب بہترین چیز کونسی ہے۔ ارشاد ہوا کہ"

احمد! میرا کلام ہے"۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بغیر سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے دونوں طرح سے تقرب کا باعث ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا تقرب اور اور خصوصی تعلق حاصل کرنا ہو تو قرآن پاک کی تلاوت ایک بہترین ذریعہ ہے۔

قرآن پڑھنے والے کیلئے دس انعامات کا وعدہ

ایک حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے معاذ! اگر تمہارا سعادت مندوں کی سی عیش، شہداء کی سی موت، یوم محشر میں نجات، روز قیامت کے خوف سے امن، اندھیروں کے دن نور، گرمی کے دن سایہ، پیاس کے دن سیرابی، (اعمال میں) ہلکا پن کی جگہ وزن داری اور گمراہی کے دن ہدایت کا ارادہ ہے تو قرآن پڑھتے رہیے کیونکہ یہ رحمان کا ذکر پاک ہے اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور ترازو میں رجحان کا سبب ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں قرآن پاک کی تلاوت کے بدلے دس انعامات کو بیان کیا گیا ہے۔ ہر ایک انعام انسان کی نجات کے لئے کافی ہے۔

قرآن پڑھنے والا انبیاء وصدیقین کے طبقہ میں شمار ہوگا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا

جس نے خالص اللہ کی رضا کیلئے ایک ہزار آیات تلاوت کیں وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء صالحین اور حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا میں

لکھا جائے گا۔

تلاوت قرآن قوت حافظہ بڑھنے کا ذریعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ تین چیزیں حافظہ بڑھاتی ہیں۔

(۱) مسواک (۲) روزہ (۳) تلاوت کلام اللہ

تلاوت قرآن دلوں کے زنگ کا صیقل ہے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاءُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (بیهقی)

[بے شک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صفائی کی کیا صورت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا]

قرآن کریم بہترین سفارشی

☆ ......حضرت سعید بن سلیم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِيٌّ وَلَا مَلَكٌ وَلَا غَيْرُهُ (شرح الاحیاء)

[قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ وغیرہ]

☆ ......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَ مَا حِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهُ اَمَامَهُ قَادَهُ اِلَى الْجَنَّةِ وَ مَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَطَهُ اِلَى النَّارِ (رواہ ابن حبان)

[قرآن پاک ایک ایسا شفیع ہے جسکی شفاعت قبول کی گئی ہے اور ایسا جھگڑالو ہے جس کا جھگڑا تسلیم کرلیا گیا ہے جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرادیتا ہے۔]

حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن پاک اپنے پڑھنے والوں اور عمل کرنے والوں کی شفاعت کرتا ہے اور اس کی شفاعت قبول بھی کی جاتی ہے اسی طرح ان کے رفع درجات کے لئے ان کے حق میں جھگڑتا ہے، اور اس کا جھگڑا تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ترمذی جھگڑے کا احوال یوں بیان کیا ہے:

قرآن شریف بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو کرامت کا تاج عطا کریں گے، پھر قرآن کریم درخواست کرے گا کہ اور زیادہ عنایت ہو تو اللہ تعالیٰ اکرام کا پورا جوڑا عنایت فرمائیں گے، پھر وہ درخواست کرے گا کہ آپ اس سے راضی ہو جائیں تو حق سبحانہ وتعالیٰ اس اپنی رضا کا اظہار فرمائیں گے۔

قرآن پاک اپنے پڑھنے والے کی سفارش اور جھگڑا قبر میں بھی کرے گا علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب لآلی مصنوعہ میں بزاز کی روایت سے نقل کیا ہے

جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین وجمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے

جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے میں کسی حال میں بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات پر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ اسے جنت میں داخل نہ کروالوں۔ اس کے بعد وہ مرنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ، منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے، اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاء اعلیٰ سے اس کے لئے ریشم کے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو خوشبوء مشک سے بھرا ہوتا ہے۔

اور اس کے برعکس جو قرآن پاک سے لاپرواہی برتتے ہیں ان کو جہنم میں گرانے کا باعث بھی بنتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک شخص کا حال دکھایا گیا جس کے سر پر زور سے پتھر مار کر کچل دیا جاتا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے دریافت فرمانے پر معلوم ہوا کہ اس کو اللہ جل شانہ نے قرآن پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی اور نہ دن میں اس پر عمل کیا۔ لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔ تو یہ ہے قرآن پاک سے بے توجہی کی سزا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن عظیم الشان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شب و روز محبت سے اس کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

☆☆☆

④ استغفار

روزانہ صبح و شام سو، سو مرتبہ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

استغفار کا معنی ہے معافی طلب کرنا، توبہ کرنا، آئندہ کیلئے گناہ کے ترک کر
نے کا مصمم ارادہ کرنا اور گذشتہ گناہوں پر نادم ہونا اور اگر تلافی مافات ممکن ہو تو
اس کا اہتمام کرنا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ روزانہ صبح شام سو سو مرتبہ
استغفار

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ"

پڑھا جائے۔ یہاں فقط تسبیح پڑھ دینا کافی نہیں بلکہ یہ کلمات کہتے ہوئے دل
میں ندامت ہو اور چہرہ غم زدہ ہو جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا
فَتَبَاکَوْا اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالو۔

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں ان کا
استغفار کرنے کا طریقہ لکھا ہے کہ تہجد کے بعد فجر کی نماز سے پہلے جب استغفار کی
تسبیح کرتے، مصلے پر بیٹھ جاتے تسبیح ہاتھ میں لے لیتے، رومال نکال کر آگے رکھ

لیتے، استغفار کی تسبیح کرنے کے دوران آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں مسلسل جاری رہتیں اور ان کو رومال سے صاف کرتے جاتے، کبھی کبھی درمیان میں شدت غم سے کوئی اور جملہ یا شعر بھی پڑھ دیتے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ کبھی وہ اس شدت سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ یوں لگتا تھا جیسے کوئی طالب علم اپنے استاد سے بری طرح پٹ رہا ہو اور وہ شدت تکلیف سے گریہ وزاری کر رہا ہو۔ تو یہ ان کے استغفار کرنے کا طریقہ تھا، ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے اکابر کی طرز پر اپنے اللہ کے حضور روتے اور گڑگڑاتے ہوئے استغفار کریں تاکہ اللہ کی رحمت متوجہ ہو جائے اور ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ہو جائے۔

سچی توبہ کی شرائط

محدثین نے سچی توبہ کی تین شرائط لکھی ہیں

(۱) اس گناہ کو ترک کر دے

(۲) اس گناہ پر دل سے ندامت اور شرمندگی ہو

(۳) آئندہ سے نہ کرنے کا پکا عزم ہو

چنانچہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے وقت ان تینوں شرائط کو ملحوظ رکھا جائے۔ سچی اور پکی توبہ کے بعد بتقاضائے بشریت پھر گناہ سرزد ہو جائے تو دوبارہ سچے دل سے معافی مانگیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ تو معافی مانگنے سے اکتا سکتا ہے اللہ معاف کرنے سے نہیں اکتاتے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اسی بات کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار توڑے تو سو بار جوڑے

استغفار کی دو قسمیں

استغفار کی دو قسمیں ہیں ایک عام آدمی کا استغفار اور دوسرا انبیاء اور خواص کا استغفار۔ عوام الناس کا استغفار اپنے گناہوں اور نافرمانیوں پر توبہ اور ندامت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ اور انبیاء اور خواص کا استغفار اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے اعتراف اور اپنی عاجزی کے اظہار کیلئے ہوتا ہے کہ اے اللہ آپ کی شان اتنی بڑی ہے کہ ہماری عبادات آپ کی عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں۔ آپ ہمیں معاف فرمادیں چنانچہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں دن اور رات میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اس لئے ہمیں اپنے مشائخ روزانہ دو سو مرتبہ استغفار کی تاکید فرماتے ہیں یہ نبی علیہ السلام کی سنت بھی ہے اور ہمارے گناہوں کی تلافی بھی ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے، غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں لہٰذا ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں۔ حدیث پاک میں تمام گناہ گاروں میں اس شخص کو بہتر قرار دیا گیا جو توبہ کرنے والا ہے۔

كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ . (مشکوٰۃ)

[یعنی ہر آدمی خطا کار ہے لیکن بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کرنے والا ہے]

قرآن مجید سے دلائل

اللہ رب العزت مومنوں کو توبہ و استغفار کا حکم دیتے ہیں، پس تعمیل لازم ہے

☆......ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ (ھود: ۵۲)

(تم استغفار کرو اپنے رب کے سامنے اور توبہ کرو)

☆......اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم: ۸)

[اے ایمان والو حق تعالیٰ کی طرف پکی سچی توبہ اختیار کرو]

☆......دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(النور: ۳۱)

[اے ایمان والو! حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ]

☆......استغفار کرنے والوں کیلئے اللہ نے مغفرت کا وعدہ کر رکھا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال: ۳۳)

[حق تعالیٰ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب نہیں دیں گے اور جب وہ استغفار کر رہے ہوں گے تو بھی ان کو عذاب نہیں ہوگا]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ فِيْهِمْ اَمَانَانِ النَّبِيُّ ﷺ وَالْاَسْتَغْفَارُ فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَ بَقِيَ الْاَسْتَغْفَارُ

(ابن کثیر: جلد۲، ص۳۱۲)

[امت میں عذاب سے بچنے کے لئے دو ذریعے تھے نبی اکرم ﷺ اور استغفار، نبی اکرم ﷺ تو اس دنیا سے رخصت ہوگئے البتہ استغفار اب بھی باقی ہے]

☆......مؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

(الذاریات: ۱۷)

یہ حضرات رات کو بہت کم سوتے ہیں اور سحر کے اوقات میں مغفرت طلب کرتے ہیں۔

احادیث سے دلائل

اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا سنت نبوی ﷺ ہے احادیث ملاحظہ ہوں

☆......بخاری شریف کی روایت ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، یہ عمل دن میں ستر مرتبہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

☆......تفسیر بیضاوی صفحہ ۵۲۱ پر لکھا ہے:

وَ رُوِیَ عَنْہُ اِنِّیْ لَاَ سْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ وَ اللَّیْلَۃِ مِاۃَ مَرَّۃً

[حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں دن اور رات میں سو، سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں] (رواہ البخاری والنسائی وابن ماجہ)

محدثین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم کو روزانہ ستر مرتبہ یا سو مرتبہ استغفار پڑھنا اظہار عبودیت اور تعلیم امت کے لئے تھا۔ حالانکہ آپ تو بخشے بخشائے تھے۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَلَیْکُمْ بِلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَ الْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْھَا فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اِنَّمَا اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ اَھْلَکُوْنِیْ بِلَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَ الْاِسْتِغْفَارِ (تفسیر مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)

[حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم پر لا الہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت ضروری ہے کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا ہے اور وہ مجھے لا الہ اور استغفار سے ہلاک کر رہے ہیں]

☆...... علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر جلد ۲، صفحہ ۴۶۰ پر استغفار کے متعلق لکھتے ہیں:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا وَ رَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (ابوداؤد: جلد ا صفحہ ۲۲۰)

[حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس نے استغفار پر دوام اختیار کیا حق تعالیٰ اس کو ہر غم اور تکلیف سے خلاصی عطا فرماتے ہیں اور اس کو ایسے طور پر رزق دیتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا]

☆......حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْعَبْدُ آمِنٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مَا اسْتَغْفَرَ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ

(تفسیر ابن کثیر جلد۲)

[بندہ جب تک استغفار کرتا رہتا ہے۔ عذاب خداوندی سے محفوظ رہتا ہے]

پس سالک کو چاہئے کہ روزانہ استغفار پڑھنا اور اپنے گناہوں سے توبہ تائب ہونا لازمی سمجھے۔ اکمال الشیم میں لکھا ہے اے دوست! تیرا توبہ کی امید پر گناہ کرتے رہنا اور زندگی کی امید پر توبہ کو موخر کرتے رہنا تیری عقل کا چراغ گل ہونے کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان مغفرت

اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو توبہ کو انسان کے لئے لازم و واجب قرار دیا اور دوسری طرف اپنی رحمت اور مغفرت کے دروازوں کو کھول دیا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کے مغفرت کے وعدوں اور بشارات کو پڑھتے ہیں تو بے اختیار اس رحیم و کریم آقا پر پیار آنے لگتا ہے۔

☆......ترمذی شریف کی روایت ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْ غِرْ

[حق تعالیٰ بندہ کے سکرات الموت میں مبتلا ہونے سے قبل اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں]

☆......مسلم شریف کی روایت ہے:

مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

[جو بندے مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلے اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا]

☆......توبہ کرنے والے کے گناہوں کا دفتر بالکل صاف کردیا جاتا ہے، توبہ کرنے سے وہ اسی طرح ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

[گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں]

☆......اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو نہ صرف گناہوں کو بخش دیتے ہیں بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان:۷۰)

[پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیں گے]

☆......روایت ہے کہ ایک آدمی صحرا میں سفر کر رہا تھا کہ ایک جگہ تھک کر سو گیا۔ جب جاگا تو دیکھا کہ اونٹنی کہیں چلی گئی ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود نہ ملی حتیٰ کہ اسے یقین ہو گیا کہ مجھے اس صحرا میں شدت بھوک و پیاس سے موت آجائے گی۔ عین اس مایوسی کے عالم میں اونٹنی آگئی تو وہ شخص کہنے لگا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَ اَنَا رَبُّكَ (یا اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب)

یعنی اس بندے کو اتنی خوشی ہوئی کہ خوشی کے مارے الفاظ بھی الٹ کہہ بیٹھا۔ حدیث پاک میں آیا کہ جتنی خوشی اس موقع پر اس مسافر کو ہوئی اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی بندہ توبہ تائب ہوتا ہے۔

☆...... بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب شیطان کو مردود بنادیا گیا تو اس نے مہلت مانگی

رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

[یا اللہ مجھے قیامت تک مہلت دے دے]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ

[جا تجھے معین دن تک مہلت دی گئی]

لہٰذا سوچنے کی بات ہے کہ اگر شیطان کو مہلت مل سکتی ہے تو امت محمدیہ کے گنہگاروں کو کیوں نہیں مل سکتی۔

☆...... ایک روایت میں آیا ہے کہ جب شیطان کو مہلت مل گئی تو اس نے قسم کھا کر کہا:

وَعِزَّتِکَ وَجَلَالِکَ لَا اَزَالُ اُغْوِیْهِمْ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِیْ اَجْسَادِهِمْ

[اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم، تیرے جلال کی قسم میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا جب تک ان کی روح ان کے جسم میں موجود ہیں]

جب شیطان نے بہکانے کی قسمیں کھائیں تو رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ لہٰذا فرمایا

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ

[مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں ان کے گناہوں کو معاف کردوں گا جب وہ مجھ سے استغفار کریں گے] (تفسیر ابن کثیر: ج ۴)

☆...... ایک بڑے میاں کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں چند نوجوان آپس میں بحث مباحثہ کرتے نظر آئے۔ قریب سے گزرنے لگے تو ایک نوجوان نے کہا بابا

جی! ہمیں ایک مسئلہ بتاؤ...... ایک شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے یا وہ شخص جو بڑا گنہگار ہو مگر اس نے سچی توبہ کر لی ہو؟ بوڑھے میاں نے کہا بچو! میں کپڑا بنتا ہوں میرے لمبے لمبے دھاگے ہوتے ہیں جب کوئی ٹوٹے تو میں اس کو گرہ لگاتا ہوں۔ لیکن اس پر نظر رکھتا ہوں کہ وہ دوبارہ نہ ٹوٹ جائے۔ ممکن ہے کہ جس گنہگار نے گناہوں کی وجہ سے اللہ سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد سچی توبہ سے گانٹھ باندھی، اس دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو، کہ یہ بندہ کہیں پھر نہ ٹوٹ جائے۔

جب اللہ کی رحمت اس قدر عام ہے تو پھر ہمیں توبہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں کثرت سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں، اے میرے بندے! اگرچہ تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، اگرچہ تیرے گناہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کے برابر ہیں یا سارے سمندروں کے جھاگ کے برابر ہیں پھر بھی تیرے گناہ تھوڑے ہیں میری رحمت زیادہ ہے۔ تو آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ کو قبول کر لوں گا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اے میرے بندے! اگر تو نے توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا ،صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ اے میرے بندے اگر تو نے سو دفعہ توبہ کی اور سو دفعہ توڑ بیٹھا میرا در اب بھی کھلا ہے آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ کو قبول کر لوں گا۔ سچ کہا گیا

أُمَّةٌ مُذْنِبَةٌ وَ رَبٌّ غَفُوْرٌ (امت گنہگار و رب آمرزگار است)

استغفار کے فوائد درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ

[بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے]

تو معلوم ہوا کہ کثرت سے توبہ و استغفار کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم استغفار کرتے رہا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن جائیں۔

اب استغفار کے کچھ فوائد حضور نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے بھی سنئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَ رَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (مشکوۃ: ص۲۰۴)

اس حدیث پاک میں استغفار کے تین عجیب وغریب فوائد کا ذکر کیا گیا۔

ہر تنگی سے نجات

فرمایا

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا

[جو استغفار کو لازم کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اسے نجات عطا فرماتے ہیں]

یعنی ہر تنگی اور مشکل کے وقت کثرت سے استغفار کرنا انسان کو نجات کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ پھر اس کی مشکلیں دور ہو جاتی ہیں۔

ہر غم سے نجات

وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً (اور ہر غم سے انسان کو نجات دیتا ہے)

غم کیلئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ایک حزن اور ایک هم۔ حزن تو کوئی بھی غم ہو سکتا ہے۔لیکن یہاں ھم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ھم اس شدید غم کو کہتے ہیں جو جان کو گھلا دے۔تو فرمایا کہ استغفار شدید قسم کے غموں سے بھی انسان کو نکال دیتا ہے۔

رزق میں فراوانی

وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

پھر فرمایا اس کو ایسی جگہ سے رزق ملے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ استغفار کرنے سے انسان کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔اس کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

آج لوگ آکر شکایت کرتے ہیں۔ حضرت بڑی تنگی میں ہوں، بڑی پریشانی میں ہوں، یہ کام نہیں ہو رہا وہ کام نہیں ہو رہا، کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے، لگتا ہے کسی کچھ کر دیا ہے۔ ان سب حضرات کیلئے ایک ہی علاج اور ایک ہی نسخہ ہے کہ استغفار کی پابندی کریں، استغفار کی کثرت کریں۔اللہ تعالیٰ ہر پریشانی سے نکال دیتے ہیں۔
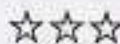
⑤ درود شریف

روزانہ صبح اور شام سوسو مرتبہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

سید السادات اور معدن السعادات نبی اکرم ﷺ کے امت پر اس قدر احسانات ہیں کہ نہ توان کا حق ادا ہو سکتا ہے نہ ہی شمار ہو سکتا ہے۔ لہذا سالک جتنی باقاعدگی اور محبت واخلاص سے درود شریف پڑھے وہ کم ہے چہ جائیکہ اللہ تعالی نے اپنے لطف وکرم سے اس پر سینکڑوں اجر وثواب عطا فرما دیئے۔ نبی اکرم پر درود بھیجنا اولیائے کرام کا صبح وشام کا معمول رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سالک کو صبح شام سو، سو مرتبہ درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

یہ درود شریف مختصر اور جامع ہے۔ سالک انتہائی محبت اور شوق سے درود شریف پڑھے اور پڑھتے وقت یہ تصور کرے کہ درود وسلام کا یہ ایک تحفہ ہے جو وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیج رہا ہے۔

دلائل از قرآن مجید:

☆......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ . یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب)

[بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو]

اس آیت شریفہ کو ''اِنَّ'' کے لفظ سے شروع فرمایا گیا جو نہایت تاکید کی دلیل ہے۔مزید برآں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا جو استمرار اور دوام کی دلیل ہے۔مفہوم یہ ہوا کہ یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ پر اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے درود بھیجنے کی نسبت پہلے اپنی طرف کی پھر فرشتوں کی طرف پھر مومنوں کو حکم دیا کہ تم بھی درود بھیجو،احسان کا بدلہ چکانا مکارم اخلاق میں سے ہے اور نبی اکرم ﷺ ہمارے محسن اعظم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی مکافات کا طریقہ بتا دیا۔نبی اکرم ﷺ کی شان محبوبیت کا عجب عالم کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ذکر فرمایا۔آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ۔آپ کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ اور آپ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:

اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانہ پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ان پر ان کی شان کے لائق رحمت اترتی ہے اور مانگنے والے پر ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔اب جس کا جتنا بھی جی چاہے اتنا

حاصل کرے۔

دلائل از احادیث

● نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی صَلٰوۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (رواہ مسلم وابوداؤد)

[حضوراقدس ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے]

● طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے۔اور جو مجھ بندہ مجھ پر سو دفعہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر براۃ من النفاق و براۃ من النار لکھ دیتے ہیں۔

● علامہ سخاویؒ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے۔ایک جو مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے، دوسرے جو میری سنت کو زندہ کرے، تیسرے جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔

● حضور نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً

(رواہ ترمذی و ابن حبان)

[قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا]

● ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا
مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن پل صراط کے اندھیرے میں نور ہے اور جو یہ چاہے کہ اس کے اعمال بہت بڑی ترازو میں تلیں اس کو چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرے۔

● زادالسعید میں لکھا ہے کہ قیامت میں کسی مؤمن کی نیکیاں کم ہو جائینگی تو رسول اللہ ﷺ ایک پرچہ سرانگشت کے برابر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ وہ کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں؟ آپ کی صورت وسیرت کیسی اچھی ہے آپ فرمائیں گے ''میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا۔ تیری حاجت کے وقت میں نے اس کو ادا کر دیا''

● ارشاد فرمایا:
مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ حِیْنَ یُصْبِحُ عَشْرًا وَ حِیْنَ یُمْسِیْ عَشْرًا اَدْرَکَتْہُ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (رواہ طبرانی)
جو مجھ پر صبح اور شام دس دس مرتبہ درود پڑھے اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔

● امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز مجھ پر سو دفعہ درود شریف بھیجے اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی۔ تیس دنیا کی باقی آخرت کی۔

مشائخ نقشبند اسی لئے سالکین طریقت کو صبح و شام سو سو مرتبہ درود پاک پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں

درود شریف کے فوائد

کتب حدیث اور مشائخ سے کثرت درود کے بے شمار فوائد منقول ہیں، جن کو بیان کرنے کیلئے مستقل ایک کتاب چاہیئے یہاں کچھ فوائد اختصار کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

- گناہوں کا کفارہ ہونا۔
- درجات کا بلند ہونا۔
- اعمال کا بڑی ترازو میں تلنا۔
- ثواب کا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ہونا۔
- خطرات سے نجات پانا۔
- نبی علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہونا۔
- آپ کا گواہ بننا۔
- عرش کا سایہ ملنا۔
- حوض کوثر پر حاضری نصیب ہونا۔
- قیامت کے دن کی پیاس سے بچنا۔
- پل صراط پر سہولت سے گزرنا۔
- جہنم سے خلاصی ہونا۔
- مرنے سے پہلے مقرب ٹھکانا دیکھ لینا۔
- ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا۔
- نادار کے لئے صدقہ کا قائم مقام ہونا۔

- مال میں برکت ہونا۔
- پڑھنے والے کے بیٹے اور پوتے کا متقی ہونا۔
- دشمنوں پر غلبہ پانا۔
- نفاق سے بری ہونا۔
- دل کا زنگ دور ہونا۔
- لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونا۔
- جو شخص ساری دعاؤں کو درود بنائے۔ اس کے دنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت ہونا۔
- خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہونا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

☆☆☆

رابطہ شیخ

دین سیکھنے کے لئے شیخ سے رابطہ رکھنا

تمام معمولات کا اصل اصول رابطہ شیخ ہے۔ اگرچہ کہ معمولات میں یہ چھٹے نمبر پر درج کیا گیا ہے لیکن اس کی پابندی سے نہ صرف تمام معمولات کی پابندی نصیب ہو جاتی ہے بلکہ ان کی حقیقت، غرض و غایت اور نتیجہ بھی اسی سے ہی سامنے آتا ہے۔ رابطہ شیخ سے مراد ہے دین سیکھنے کے لئے شیخ سے رابطہ رکھنا۔ شیخ سے رابطہ ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے ہونا چاہئے۔

ظاہری رابطہ تو یہ ہے گاہے بگاہے حاضر خدمت ہونا، یا خط و کتابت یا ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے اپنے حالات سے شیخ کو باخبر رکھنا اور ان کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا۔ سالک جس قدر ظاہری رابطہ بڑھائے گا اسی قدر شیخ سے تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوگا اور اس کی محبت میں رسوخ پیدا ہو کر باطنی رابطہ کی راہ ہموار ہوگی۔ البتہ شیخ کی خدمت میں آنے جانے اور رہنے میں اس بات کا خیال رکھے کہ کسی ایسے وقت میں حاضری کی کوشش نہ کرے کہ جب شیخ کے دل میں کچھ گرانی پیدا ہونا متوقع ہو یا ان کا کوئی معمول متاثر ہوتا ہو۔ بہتر یہ ہے کہ جب آنا ہو یا کہیں سفر میں ساتھ چلنا ہو تو شیخ سے پہلے اجازت لے لے۔ شیخ کی خدمت میں آداب شیخ کا پورا پورا خیال رکھے گا تو انشاء اللہ باطنی نعمت سے مالا

مال ہوگا۔ شیخ کے آداب فقیر کی کتب شجرہ طیبہ اور با ادب بانصیب سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

باطنی رابطہ سے مراد یہ ہے کہ سالک جہاں کہیں بھی ہو شیخ کے روبرو ہو یا دور ہو اس کے باطن میں شیخ کی محبت ایسی رچ بس چکی ہو کہ شیخ کی منشاء کا خیال اس کے دل پر حاوی ہو چکا ہو اور اس کے تمام امور اس کے مطابق ہو جائیں۔ جب سالک کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس کو شیخ سے فیض ہر وقت تسلسل سے ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس شخص کیلئے جسمانی فاصلے پھر اخذ فیض میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ وہ دور بیٹھا بھی شیخ سے وہ فائدہ حاصل کر رہا ہوتا ہے جو شیخ کے پاس غفلت سے رہنے والے حاصل نہیں کر پاتے۔ کیونکہ اس کا دل شیخ کے دل سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ شیخ کی روحانی اور ایمانی کیفیات کیونکہ درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ شخص بھی ان سے بالواسطہ متمتع ہوتا رہتا ہے اور اس کے کمالات سے وافر حصہ پاتا ہے۔

رابطہ شیخ سالک کے لئے چونکہ بہت ہی نافع اور موصل ہے لہٰذا بعض اوقات مشائخ سالکین کو بطور علاج تکلفاً تصور شیخ کا شغل بتاتے ہیں تاکہ وساوس منقطع ہو جائیں اور شیخ کی محبت حاوی ہو جائے۔ لیکن چونکہ یہ کم فہمی اور کم علمی کا دور ہے اور لوگوں کا عقائد کے فساد میں مبتلا ہو جانے کا خدشہ ہے اس لئے تصور شیخ کی ہدایت تو نہیں کی جاتی تاہم یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ مراقبہ میں یہ تصور کریں کہ میرا قلب شیخ کے قلب سے ملا ہوا ہے اور شیخ کے قلب سے فیض میرے قلب میں آ رہا ہے۔ اسے رابطہ قلبی کہتے ہیں۔ اور جب بھی شیخ کی خدمت میں جائے تو رابطہ قلبی کے ساتھ رہے۔ یہ حصول فیض کیلئے بہت ہی نافع ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ شیخ سے ظاہری رابطہ ہی مقدمہ ہے باطنی رابطے کا۔

کیونکہ جب کثرت سے شیخ کے خدمت میں آنا جانا رکھیں گے تو شیخ سے قلبی مناسبت پیدا ہوگی اور ان کے کمالات کا مشاہدہ ہوگا جس سے شیخ کی محبت میں رسوخ حاصل ہو جائے گا اور یہی محبت ہی رابطہ شیخ کا تمام تر اصل اصول ہے۔ جس قدر اس میں اضافہ ہوگا اسی قدر رابطہ شیخ کی حقیقت نصیب ہوگی۔

قرآن مجید سے دلائل:

دلیل نمبر۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمان:۱۵)

(ان لوگوں کے راستے پر چلو جو میری طرف رجوع کر چکے ہوں)

پیر و مرشد میں چونکہ انابت الی اللہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے لہٰذا ان کی پیروی کرنا آیت بالا کے مطابق حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ اتباع کے لئے اطلاع ضروری ہوتی ہے اور اسی کو رابطہ شیخ کہتے ہیں۔

دلیل نمبر۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ: ۳۵)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو، امید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے]

محققین تفسیر کا فرمان ہے وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ میں مرشد پکڑنے کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور انسان کی اصلاح کا سبب بنتا ہے۔ جب کہ

''وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ '' میں نفس کے خلاف مجاہدے (اشغال تصوف) کی طرف اشارہ ہے حدیث پاک میں ہے

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ (مشکوٰۃ شریف)

[مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرے]

دلیل نمبر ۳

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ: ۱۱۹)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو]

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''اس جگہ قرآن کریم نے علماء صلحاء کی بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر عالم وصالح کی پہچان بتلا دی کہ صالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت وارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو عمل کا بھی سچا ہو'' (معارف القرآن)

صاف ظاہر ہے کہ آج کے دور میں صادقین کا مصداق مشائخ عظام ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۴

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں ''اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

[اللہ تعالیٰ نے صرف ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' کے الفاظ پر کفایت نہیں کی بلکہ ''صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ'' بھی ساتھ فرمایا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات ہدایت اور

مکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ و رہنما کی اقتدا کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے اور یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے عقول و اذہان حق تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پورے نہیں اترتے تو پھر ایسے کامل کی اقتدا ضروری ہے جو ناقص کی رہنمائی کرے۔ تاکہ ناقص کی عقل، کامل کے نور سے قوت پکڑے۔ ایسا ہی کرنے سے ناقص (انسان) سعادتوں کے مدارج اور کمالات کی سیڑھیوں کو عبور کرسکتا ہے۔]

پس مرشد مربی کی ضرورت کے لئے یہ دلیل اتمام حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

دلیل نمبر ۵

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ "(النساء: ۶۵)

علامہ سید امیر علی ملیح آبادی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں دلالت ہے کہ بندہ گنہگار اگر کسی بندہ صالح و پرہیز گار سے دعا کروائے تو قابل قبولیت ہوتی ہے اور جو لوگ اس زمانہ میں پیروں کے مرید ہوتے ہیں وہ بھی یہی توبہ ہے''

(تفسیر مواہب الرحمٰن: صفحہ ۱۰۹)

آیات بالا سے یہ ثابت ہوا کہ آج کے دور میں بھی جو بندہ گنہگار کسی شیخ کامل متبع شریعت وسنت کو تلاش کرے گا۔ وہ ''وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' پر عمل کرے گا۔ اگر اس شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرے گا ''اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ'' پر عمل کرے گا۔ اگر شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھے گا تو كُوْنُوْا مَعَ

الصَّادِقِيْنَ کا ثواب پائے گا۔ اگر شیخ کامل کے چند نصائح پر عمل کرے گا تو " وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ " پر عمل کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ یہی راستہ " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " کا مصداق ہے جس پر چلنے کی ہر چھوٹا بڑا صبح وشام دعائیں کرتا ہے۔

احادیث سے دلائل:

فطرت انسانی ہے کہ وہ نفوس سے جتنا اثر لیتی ہے نقوش سے اتنا اثر نہیں لیتی۔ گو کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن کی آیات نازل ہوتی تھیں مگر اس کے باوجود ان پر خشیت وحضوری کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہوتی تھی وہ غیب میں نہیں ہوتی تھی۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

دلیل نمبر ۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور ہو گئی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی تھی اور ہم آپ ﷺ کو دفن کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہ جھاڑ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں نے بھی تسلیم کیا کہ ان کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی صحبت میں ہوتی تھی وہ بغیر صحبت کے نہیں ہوتی تھی جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشکوۃ نبوت سے اکتساب فیض کیا کرتے تھے۔ آج بھی مریدان باصفا اپنے مشائخ کی صحبت میں رہ کر ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حنظلہ ؓ گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے ''نَافَقَ حَنْظَلَہْ '' [حنظلہ منافق ہوگیا] راستے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو، ہرگز نہیں۔ حضرت حنظلہ ؓ نے صورتحال بیان کی کہ جب ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور ﷺ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں۔ جب حضور ﷺ کے پاس سے گھر واپس آجاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا، یہ کیفیت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے۔ پس دونوں حضرات نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر صورتحال بیان کی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں'' لیکن بات یہ ہے کہ حنظلہ! 'گاہے گاہے'' (یعنی گاہے حضوری کی کیفیت عروج پر ہوتی ہے اور گاہے اس میں کمی آجاتی ہے تاکہ معاشی و معاشرتی نظام درست رہے) فیضان صحبت کی اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہوسکتی ہے۔

دلیل نمبر ۳

حدیث پاک میں وارد ہے کہ ایک صحابی ؓ کو نظر لگ گئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ''اَلْعَیْنُ حَقٌّ '' (نظر اثر کرتی ہے) (ترمذی کتاب الآداب)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس نظر میں عداوت ہو، حسد ہو، بغض ہو، کینہ

ہو، وہ نظر اپنا اثر دکھا سکتی ہے تو جس نظر میں محبت ہو، شفقت ہو، رحمت ہو، اخلاص ہو، وہ نظر کیوں اثر نہیں دکھا سکتی۔ یہ اللہ والوں کی نظر ہی تو ہوتی ہے جو گناہوں میں لتھڑے ہوئے انسان میں احساس ندامت پیدا کرتی ہے اور رب کے دربار میں رب کا سوالی بنا کر کھڑا کر دیتی ہے

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

دلیل ۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

(ابوداؤد، ترمذی)

[ہر شخص اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے پس اس کو دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس شخص سے دوستی کر رہا ہے]

حدیث بالا کے مطابق انسان اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے پس سالک کو چاہئے کہ وہ شیخ کی صحبت کو لازم پکڑے ان کو اپنا خلیل اور اپنا رہبر و رہنما جانے تاکہ ان کی مانند دین کے رنگ میں رنگ جانا آسان ہو، ترمذی شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا (ایمان دار کے علاوہ کسی کو دوست مت بناؤ) یہی صحبت شیخ اور رابطہ شیخ ہے۔

دلیل ۵

حدیث پاک میں ہے

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری ومسلم)

(ہر شخص کا حشر ونشر اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا)

یہ حدیث مبارکہ سالکین طریقت کی تسلی کے لئے کافی ہے۔ سالک اگر اپنے شیخ سے رابطہ مضبوط سے اضبط بنائے گا تو اپنے دل میں شیخ کی محبت بھی شدید پائے گا یہی علامت ہے قیامت کے دن اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا مژدۂ جانفزا سننے کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (تو اس کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ تو نے محبت کی)

اب اس بات کو اگر مزید گہرائی میں سوچیں تو آج جو سالک اپنے کسی شیخ کامل کے ساتھ محبت کرتا ہے تو انجام کار کے طور پر اسے اپنے شیخ سے ملا دیا جائیگا۔ اسی طرح اس شیخ کو اپنے شیخ سے اور ہوتے ہوتے یہ سلسلہ حضور علیہ السلام تک پہنچے گا۔ گویا اس پوری کی پوری چین کو، اس لڑی کو آخرت میں نبی علیہ السلام کے ساتھ اکٹھا کر دیا جائے گا کیوں؟ اس لئے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

دلیل نمبر ۶

حدیث پاک میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِمَجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ وَاسْتِمَاعِ كَلَامِ الْحُكَمَاءِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحْيِي الْقَلْبَ الْمَيِّتَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ كَمَا تُحْيِي الْاَرْضَ الْمَيْتَ بِمَاءِ الْمَطَرِ (الترغیب والترھیب)

(تمہارے اوپر علماء کی ہم نشینی اور دانا لوگوں کی باتیں سننا فرض لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی حکمت کے نور کیساتھ مردہ دلوں کو زندہ فرماتے ہیں۔ جس طرح بنجر زمین کو بارش کے پانی سے زندہ کرتے ہیں)

صحبت شیخ میں وقت گزارنا اسی فرمان نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

دلیل نمبر ۷

حضرت ابو سعید ﷺ سے ایک حدیث پاک میں بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا قصہ منقول ہے جس نے ۱۰۰ قتل کیے پھر نادم و شرمندہ ہوا تو کسی نے اسے صلحاء کی بستی میں جانے کے لئے یوں کہا۔

اِنْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ کَذَا وَ کَذَا فَاِنَّ بِھَا اُنَاسًا یَّعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰہَ مَعَھُمْ (ریاض الصالحین)

[فلاں فلاں علاقہ میں چلے جاؤ، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ ہوں گے، تم بھی ان کے ساتھ عبادت میں لگ جاؤ]

سالک جب اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہاں مریدین کا مجمع مصداق اُنَاسًا یَّعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی کا مصداق بن کر موجود ہوتا ہے لہٰذا اسے فَاعْبُدِ اللّٰہَ مَعَھُمْ پر عمل کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

رابطہء شیخ کے فوائد

اصلاح نفس

رابطہء شیخ کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ انسان کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ آدمی جب شیخ کی نظر میں رہتا ہے تو وہ اس کے حسب حال روک ٹوک کرتے ہیں اور اس کو ایسے امور میں مشغول کرتے ہیں جن سے اس کے اندر کا جوہر نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہیرا جوہری کے ہاتھ میں آتا ہے تو اس کی تراش خراش سے اس کے اندر نکھار آ جاتا ہے۔

دراصل انسان کا نفس بہت مکار ہے، وہ اپنے رذائل کو بھی فضائل بنا کر پیش کرتا ہے۔ لیکن جب انسان کسی شیخ کامل کی نظر میں آتا ہے تو پھر اس کی حقیقت کو سمجھ کر اس کی اصلاح فرماتے ہیں۔ اور مرنے سے پہلے پہلے اگر اصلاح ہو جائے اور انسان صاف ستھرا ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہو جائے تو اس سے بڑی اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔

مقامات کی بلندی

حقیقت یہ ہے کہ ہم نکمے اور نالائق ہیں قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے جس درجے کی محنت کرنی چاہئے وہ نہیں کرتے۔ تاہم شیخ سے محبت اور رابطہ درجات کی بلندی اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے ایک حکایت بیان کی جاتی ہے۔

ایک چیونٹی کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں کسی طرح خانہ کعبہ پہنچوں اور بیت اللہ کی زیارت کروں۔ لیکن وہ تو وہاں سے کوسوں دور تھی۔ وہ روزانہ سوچتی رہ جاتی کہ میں چھوٹی سی مخلوق ہوں بھلا وہاں کیسے پہنچ سکتی ہوں۔ ایک دفعہ جہاں وہ رہتی تھی کبوتروں کا ایک غول آ گیا اور کھیتوں سے دانہ وغیرہ چگنے لگا۔ چیونٹی نے کیا کیا کہ ایک کبوتر کے پنجے سے چمٹ گئی جیسے ہی کبوتر نے اڑان بھری وہ بھی اس کے ساتھ ہی اڑ گئی۔ آخر کار کبوتر خانہ کعبہ پہنچ گئے تو وہ بھی خانہ کعبہ پہنچ گئی اور اپنی مراد کو پالیا۔

تو شیخ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے سے یوں بھی ہو جاتا ہے کہ شیخ جس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنے والا بھی اس مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر تعلق ہی کمزور ہے تو پھر کیسے پہنچے گا۔ اس کی دلیل حدیث سے ملتی ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی۔

صحابہ کرام یہ کہتے ہیں جتنی خوشی ہمیں یہ حدیث سن کر ہوئی اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی۔ محدثین نے اس حدیث کے شرح میں یہ لکھا ہے کہ بہت سے کم مقام والے لوگ ہوں گے لیکن اعلیٰ مقامات والے لوگوں کی محبت کی وجہ سے ان کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور وہ اعلیٰ مقام حاصل کرلیں گے۔

اعلان مغفرت

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص کسی وجہ سے اللہ والوں اور صلحاء کی مجلس ذکر میں تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان فرمایا تو ایک فرشتے نے کہا کہ فلاں شخص تو بڑا خطا کار ہے اور وہ اس محفل میں ویسے ہی کسی ضرورت کی وجہ سے آگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشا ہوتا ہے

هم القوم لا يشقى بهم جليسهم و له قد غفرت (مسلم)

یہ ایسی مقبول جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔ اس کیلئے بھی مغفرت ہے۔

اب بتائیں کہ جب ذکر وفکر کرنے والی جماعت میں آنے والے اس گنہگار شخص بھی مغفرت کردی جاتی ہے جو اپنی کسی غرض سے آیا ہو تو جو مرید شیخ کی محفل میں طالب بن کر آئے تو ذکر کی ان مجالس میں کیا اس کی مغفرت نہیں ہوگی؟

حلاوت ایمانی میں اضافہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں

یہ تین خصائل ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔

۱) جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے تمام کائنات سے زیادہ محبت رکھتا ہو،

۲) جو کسی بندے سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ لئے

۳) جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسے آگ میں جانا،

(مشکوٰۃ:ص ۱۲)

اس حدیث پاک کے مطابق کسی سے صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت رکھنا حلاوت ایمان کا باعث بنتا ہے۔ ایک مرید کو اپنے شیخ سے جو محبت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوتی ہے۔ اس کا شیخ کی خدمت میں آنا جانا بھی صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کیلئے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تعلق کی نسبت سے اللہ تعالیٰ اس بندے میں حلاوت ایمان پیدا فرما دیتے ہیں۔

امید شفاعت

اگر ہم کسی متبع سنت شیخ سے رابطہ مضبوط رکھتے ہیں تو ممکن ہے کہ روز آخرت ان کی شفاعت کی وجہ سے ہماری بھی بخشش ہو جائے۔ اس لئے کہ احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بعض کاملین کو شفاعت کا حق دیں گے اور وہ اپنے ساتھ کتنے ہی لوگوں کے جنت میں جانے کا سبب بن جائیں گے۔

ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے تین دن تک تخلیہ اختیار کیا اور سوائے نمازوں کے اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے۔ تیسرے دن جب تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایسا تو کبھی نہیں ہوا آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر رکھ کر روتا رہا اور گڑگڑاتا رہا اور امت کی بخشش کی دعا کرتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ وعدہ فرمایا کہ قیامت کے دن وہ

میری امت کے ستر ہزار بندوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں لے جائیں گے۔ اور پھر ان ستر ہزار بندوں کو یہ اختیار دیں گے کہ وہ اپنے ساتھ ستر ہزار بندوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں لے جائیں۔ اب سوچیں کہ اگر ہم بھی اپنے اکابر سے تعلق کو مضبوط کریں گے تو ممکن ہے کہ کہیں ہمارا نمبر بھی لگ جائے۔

صحابہ کرامؓ سے مشابہت

حدیث میں آیا ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' اور فرمایا کہ جس نے کسی عالم کی تعظیم کی ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری تعظیم کی۔ آج کے دور میں متبع سنت مشائخ ہی نبی علیہ السلام کے حقیقی وارث ہیں۔ آج ان کی محفلوں میں بیٹھنا ایسا ہی ہے جیسے آپ ﷺ کی محفل میں بیٹھنا۔

ہم کتابوں میں صحابہ کرامؓ کی نبی علیہ السلام سے عشق ومحبت اور جان نثاری کی داستانیں پڑھتے ہیں۔ ان کی وعظ ونصیحت کی محفلیں، ان کی نشست و برخاست، ان کے نبی علیہ السلام کے ادب کے واقعات پڑھتے ہیں۔ لیکن ان واقعات کی حقیقی روح، اور صحابہ کرامؓ کی کیفیات کا صحیح ادراک واحساس وہی بندہ کرسکتا ہے جو آج کسی شیخ کی محفل میں جاتا ہے، اور شیخ کی خدمت میں رہتا ہے۔ گویا وہ صحابہ کی ان کیفیات سے حصہ پاتا ہے۔ اور جو بیچارے اس نعمت سے محروم ہیں وہ صحابہ کی ان کیفیات کو سمجھنے سے بھی محروم ہیں۔ کیونکہ فقط پڑھ لینا اور چیز ہے اور اس عمل سے گزرنا اور چیز ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مشائخ کی حقیقی محبت عطا فرما دے اور اتباع کامل نصیب فرما دے۔

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

(حصہ ب)

ہدایات برائے سالکین

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ

اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں (البقرۃ: ۱۳۸)

ہدایات برائے سالکین

سلسلہ کے اورادو وظائف کی تفصیل تو اوّل حصے میں بتا دی گئی۔ اب ضروری محسوس ہوتا ہے کہ طالبین کی رہنمائی کیلئے بعض اصولی باتیں بھی بیان کر دی جائیں کہ جن پر عمل کرنا اثنائے سلوک بہت ضروری ہے۔ جس طرح کوئی بیمار ڈاکٹر کے پاس جائے تو وہ اسے دوا بھی دیتا ہے اور ساتھ کچھ پرہیز بھی بتاتا ہے۔ معمولات نقشبندیہ کی حیثیت دوا کی مانند ہے اور ان باتوں کی حیثیت پرہیز کی مانند ہے۔ جس طرح پرہیز پر عمل نہ کیا جائے تو دوا کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح ان باتوں پر عمل نہ کرنے سے معمولات کے انوارات وتجلیات زائل ہونے لگتے ہیں اور اگر عمل کرلیا جائے تو نورٌ علیٰ نور ہوتا ہے اور سالک کی باطنی ترقی میں کئی چند اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ باتیں درج ذیل ہیں۔

- سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اورادو وظائف پر عمل کرنے میں ہمیشہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت رکھیں۔ ان کے کرنے میں انوارات وتجلیات کا رنگ دیکھنا مقصود ہو نہ وجد وسرور حاصل کرنا اور نہ بزرگ بننا مطلوب ہو۔
- اورادو اذکار ہمیشہ باوضو ہو کر کریں، بلکہ سالک کو تو ہر وقت باوضو رہنے کی عادت کو اپنانا چاہئے۔ جب ظاہری طہارت کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ باطنی صفائی بھی عنایت فرمادیں گے۔
- اورادو وظائف کو ہمیشہ اہل محبت اور اہل عشق کی طرز پر محبت اور ذوق وشوق

سے کریں نہ کہ صرف وظیفہ پورا کرنا مقصود ہو۔

- ذکر اذکار کرنے سے پہلے توقف کریں اور اپنی فکر اور خیال کو متحضر کر لیں تاکہ یکسوئی حاصل ہو جائے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ذکر و مراقبہ سے پہلے موت کو یاد کرکے دنیا کی بے ثباتی کو سوچے تاکہ دل گرم ہو جائے اور وظائف کے کرنے میں ذوق وشوق پیدا ہو جائے۔ اس ضمن میں شیخ سے تعلق اور محبت کا خیال بھی نافع ہو سکتا ہے۔
- اذکار و مراقبات میں انوارات وتجلیات کا نظر آنا اسباق کے کرنے میں معاون تو ہے مقصود نہیں ہیں۔ ان کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ اگر آپ باقاعدگی سے معمولات کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے اس توفیق کا حاصل ہو جانا ہی بہت بڑی عنایت ہے۔ اور یہ علامت ہے اللہ کی طرف سے قبولیت کی۔
- خوابوں کے شہزادے نہ بنیں۔ بعض خواب سچے ہوتے ہیں اور بعض خیالی اوہام ہوتے ہیں۔ ان کو کامیابی اور بشارت کا مدار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کامیابی کا مدار یہی ہے کہ آپ کو شریعت سے محبت اور اس کی پابندی کس حد تک نصیب ہے۔
- مختلف اوقات اور حالات میں پڑھی جانے والی تمام مسنون دعاؤں کو یاد کر لیں اور ان کو اپنے اپنے مواقع پر پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ یہ چیز دوام ذکر یعنی وقوف قلبی میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ ادعیہ مسنونہ کیلئے فقیر کی کتب شجرہ طیبہ، اور پیارے رسول کی پیاری دعائیں ملاحظہ کریں۔
- شیخ سے اپنے تعلق اور رابطے کو مضبوط بنائیں۔ خط وکتابت یا ٹیلی فون پر اپنے احوال بتاتے رہیں اور وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں اپنی اصلاح کی نیت سے حاضر ہوتے رہیں۔ شیخ کے آداب کا بہت خیال رکھیں کہ تھوڑی سے بے ادبی اس راہ میں سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آداب شیخ فقیر کی کتب تصوف وسلوک اور شجرہ

طیبہ سے ملاحظہ کریں۔

◎ سنت نبوی پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائیں۔ روزمرہ معمولات میں جس قدر نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے مماثلت ہوگی اسی قدر محبوبیت میں اضافہ ہوگا اور وصول الی اللہ جلد نصیب ہوگا۔

◎ حلال اور طیب رزق کا اہتمام کریں۔ مشتبہ لقمہ سے پرہیز کریں۔ اس سے عبادات غیر مقبول ہو جاتی ہیں اور باطن کا نور جاتا رہتا ہے۔ دل غیر سے خالی ہو اور پیٹ حرام سے خالی ہو تو ہر اسم اسم اعظم ہوتا ہے۔

◎ فرض نمازوں کا خوب اہتمام فرمائیں۔ تمام نمازیں مسجد میں تکبیر اولی کے ساتھ اور حضور قلب کے ساتھ ادا کریں۔ اول حضوری نماز کی یہ ہے کہ معانی سمجھ کر نماز پڑھے۔ اگر ہم ظاہری طور پر نماز کو درست کرلیں گے تو باطنی درستگی اللہ تعالی فرمادیں گے۔ جو بندہ اپنی نماز کو درست نہیں کرسکتا وہ باقی معاملات کو کیسے درست رکھ سکتا ہے۔

◎ تہجد کی نماز اپنے اوپر لازم کرلیں۔ راہ طریقت میں یہ نوافل فرض کی مانند ہیں اللہ تعالی نے داؤد علیہ السلام کو یہ وحی نازل کی کہ جو بندہ میری محبت کا دعوی کرے اور رات آئے تو لمبی تان کر سو جائے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔

؎ عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بن آہ سحر گاہی

◎ اپنی نظر کی حفاظت کریں اور اسے ناجائز جگہ پڑنے سے بچائیں۔ ایک لمحہ کی بدنظری انسان کی سالوں کی محنت کو ضائع کر دیتی ہے۔

◎ غیر شادی شدہ حضرات کو چاہیے کہ روزے رکھا کریں۔ اس سے ایک تو نفس اور شہوت مغلوب ہوں گے دوسرا باطن میں نور پیدا ہوگا۔

◉ شادی شدہ حضرات کو چاہیے کہ اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کو باحسن وخوبی شریعت وسنت کے موافق پورا کرتے رہیں اور اپنے اہلخانہ کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھیں۔ بہت سے سالکین کو دیکھا کہ ذکر وعبادت میں اگرچہ خوب محنت کرتے ہیں لیکن گھر کے معاملات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ لہٰذا حقوق العباد کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے سلوک میں رکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری کتاب ''مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول'' سے رہنمائی حاصل کریں۔

◉ دوسروں کی دل آزاری سے بچیں، شرک کے بعد سب سے بڑا ظلم کسی کا دل دکھانا ہے۔

◉ ہر معاملے کو اللہ کی طرف سے سمجھیں اور ہر حال میں اپنی توجہ اللہ کی طرف رکھیں۔ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا اگر اللہ نہ چاہے اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر اللہ نہ چاہیں۔ نہ کوئی بندے کو بیمار کرسکتا ہے اور نہ بندے کا رزق باندھ سکتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی پریشانی ہو، کوئی دکھ تکلیف ہو تو عاملوں اور تعویذ گنڈوں کی طرف بھاگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھولی پھیلائیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور اللہ تعالیٰ کو منائیں۔ ہر قسم کی پریشانی کیلئے اور ہر ضرر سے حفاظت کیلئے ایک ہی عمل کافی ہے جو مسنون بھی ہے اور مجرب بھی، اس کا معمول بنائیں۔ وہ یہ ہے کہ اوّل وآخر درود شریف کے ساتھ، سورۃ فاتحہ اور چاروں قل پڑھ کر دم کریں، پانی پر دم کرکے پئیں اور پلائیں اور رات کو پڑھ کر سویا کریں۔ انشاء اللہ ہر مضر چیز سے حفاظت رہے گی۔

◉ تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں۔ ولایت کا تعلق ایمان اور تقویٰ سے ہے اور دونوں کا تعلق دل سے ہے۔

◉ ذکر اذکار کے ساتھ کچھ مجاہدہ نفس بھی کرنا چاہئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) قلت طعام (۲) قلت منام (۳) قلت کلام (۴) قلت اختلاط مع الانام

قلت طعام کا مطلب ہے کم کھانا۔ آج کل قوی کے کمزور ہونے کی بناء پر ہم یہ تو نہیں کہتے کہ متقدمین کی طرز پر اپنے آپ کو بھوکا رکھا جائے بلکہ زیادہ قوت بخش غذائیں استعمال کریں تاکہ کام بہتر کرسکیں۔ البتہ چٹورپن چھوڑ دیا جائے کہ ہروقت منہ چلانے کی عادت ہو اور فضول چیزیں محض تفریحاً کھائی جائیں۔

قلت منام کا مطلب ہے کم سونا، اس میں بھی زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔ رات کو جلدی سو کر صبح تہجد کے وقت اٹھنے کی عادت بنائیں۔ اس میں بدن کیلئے راحت بھی ہے اور سنت کا ثواب بھی ہے۔

قلت کلام اور قلت اختلاط کا مطلب ہے۔ کم بولنا اور لوگوں سے کم ملنا۔ اس مجاہدے کو البتہ اختیار کیا جائے۔ کہ اس میں صحت پر اثر نہیں پڑتا البتہ نفس پر بہت اثر پڑتا ہے جو کہ مطلوب ہے۔ کلام اور اختلاط میں قلت تو ہو ترک نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گفتگو اور مصاحبت جس سے اخروی فائدہ ہو اس کو اختیار کریں اور لایعنی کو چھوڑ دیں۔ اس سے انسان کی وہ تمام ذمہ داریاں بھی ادا ہو سکیں گی جو انسان پر فرض ہوتی ہیں۔

- ذکر اذکار کرنے میں انسان کو کبھی قبض اور کبھی بسط کی حالت بھی پیش آتی ہے۔ اور یہ حالتیں ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔

قبض کی حالت میں ایک قسم کی بے ذوقی پیدا ہوتی ہے جس سے اذکار میں جی نہیں لگتا اور سالک پر مایوسی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس حالت میں بددل ہو کر اسباق کو چھوڑ نہ دینا چاہئے۔ اس حالت میں استغفار کی کثرت کریں، شیخ کی صحبت میں جائیں اور معمولات پابندی سے کرتے رہیں۔ اللہ سے امید رکھیں گے اور استقامت اختیار کریں گے تو زیادہ اجر پائیں گے۔

بسط کی حالت میں سالک کو اپنی کیفیات بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ وجد و ذوق اور جذب وشوق کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ انسان کی حضوری کی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے انعام پر شکر کریں اس سے نعمت میں اور اضافہ ہوگا۔ لیکن اپنی اس حالت پر نازاں نہ ہوں اور عاجزی اختیار کریں۔

◉ تصوف وسلوک کی محنت سے اگر آپ کو شریعت وسنت پر استقامت نصیب ہو رہی ہے تو سمجھیں کہ محنت وصول ہو رہی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو سمجھ لیں کہ سب وجد وحال اور جذب وشوق بے معنی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسباق کی پابندی اور ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور ہمیں اپنے پیارے بندوں میں شامل فرمالے۔ آمین ثم آمین۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین